جلد 18 شمارہ 10 ماہ اکتوبر 2016ء محرم الحرام 1438ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

محبّت

صداقت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com:ای میل Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300روپے

اس شمارے میں

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ سے پوچھا گیا کہ جس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں ایک دوڑ لگی ہوئی ہے مال و متاع کی۔ اس میں کتنی حد تک بندہ زور لگائے یا کتنا زور لگائے؟ اس کے بارے میں ہمیں ذرا گائیڈ کریں۔

باباجانؒ نے استفسار فرمایا: پیسہ کمانے کیلئے دوڑ دھوپ ؟

بھائی جان نے وضاحت کی کہ جی! ایک تو صبح شام پیسے کی دوڑ میں کوشش ہے۔ تین تین کاروبار پھیلائے ہوئے ہیں۔ معلوم بھی نہیں کہ گھر بار اور بچے بھی کہاں ہیں اور ایک اس میں میانہ روی ہے کہ پانچ چھ گھنٹے کام کیا۔ بھلے حلال رزق ہی ہو مگر بندہ اس میں کس قدر تگ و دو کرے؟

باباجانؒ نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اللہ نے ہمیں جو دین دے رکھا ہے یہ بذاتِ خود ہی Balance پیدا کر دیتا ہے۔ نمازیں، روزے، اور تلاوت وغیرہ۔ سونے کے وقت سو جاؤ اور صبح ٹائم پر اُٹھو یعنی رات کو جلدی سو جاؤ اور صبح جلدی اُٹھو۔ دوپہر میں بھی قیلولہ کرو۔ یہ رات کو جاگنے میں مدد دے گا۔ یہ سارا کام اس لئے ہے کہ رات کو جاگیں گے یہ بڑا اچھا، پیارا وقت ہوتا ہے۔

بھائی نے پوچھا کہ جو Working time ہے، اس میں کام کریں؟

باباجانؒ نے فرمایا: جو کچھ بھی ہے، اگر نماز کا ٹائم ہو گیا تو آپ الگ چلے گئے اور نماز پڑھی۔ آرام سے، اطمینان سے ظہر پڑھی۔ کھانا کھایا، کھانا نہیں کھاتے تب بھی۔

عصر کی نماز پڑھی اور پھر مغرب کی نماز۔ اگر بندہ صحیح طور سے مسلمان ہو اور یہ سب کچھ کرے تو اس کا ایک Inner temprament بھی میٹر بن جاتا ہے، جو اس کی روحانیت کے متعلق بتاتا ہے کہ کیفیت ٹھیک چل رہی ہے۔ اگر وہ Disturb ہونا شروع ہو جائے، کام میں آپ اس کی Limit کراس کرنا شروع کر دیں تو بھی یہ (میٹر) بتاتا ہے۔

آج امریکہ میں بھی وہ Go Slow تحریک چل رہی ہے کہ ہم تیز ہو گئے ہیں۔ ہماری زندگی میں کمائی اتنی زیادہ ہے کہ اس کمائی کو Enjoy کرنے کے لئے ہمارے پاس ٹائم نہیں رہا۔ میاں بیوی دونوں صبح نکلے، وہ اِدھر چلی گئی، میاں اُدھر چلا گیا۔ رات کو کہیں ملاقات ہوئی۔ پیسے ہیں۔ مکان، ٹی وی ہیں، اور گاڑیاں کھڑی ہیں مگر زندگی کا وہ مزہ نہیں آ رہا۔ دنیوی زندگی کے حساب سے بھی ان کو ایک Judgement ہو جاتی ہے کہ دوڑ زیادہ ہے۔ اس کی Enjoyment کم رہ گئی ہے، تھوڑا Slow چلیں۔ زندگی کو Enjoy بھی کریں۔ اگر گدھوں کی طرح کام کرو گے تو بھلے دوڑو پارکوں میں، سمندروں کے کنارے، اور یہ کرو تو اس میں اُدھر کوئی مزہ ان کو نہیں رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم زیادہ تیز ہو گئے ہیں اس میں تو اب Go slow۔ اس تحریک کو Change کیا جائے۔ کام تھوڑا آہستہ کیا جائے۔ اتنا دیوانہ وار دوڑنا شروع کر دیا ہے، وہ نہ ہو۔

مسلمان بھی جب رزق کے لئے چلتا رہتا ہے تو اس کے Indicators جو ہیں وہ ٹھیک بتاتے رہتے ہیں کہ صحیح چل رہا ہے۔ وہ (مسلمان) اگر Unbalance ہو جائے تو پھر اس کے معمولات خراب ہو جاتے ہیں۔ نماز بھی رہ گئی۔ روزے بھی رہ گئے۔ کھانا بھی رہ گیا۔ پھر تو گڑبڑ ہی ہو گئی ناں! قرآن میں ایک بات آئی ہے کہ میرے بندے جو ہیں وہ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ (سورۃ القصص ۲۸۔ آیت ۸۳) نہیں چلتے۔ بڑا بننا۔ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ دنیوی اونچائی بلندی میں وہ کوشش نہیں کرتے کہ بلندی ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک بندہ محنت کر رہا ہے کہ کسی کے آگے ہاتھ دراز نہ کرنے پڑیں تو یہ بھی دین ہے۔ اگر اس لئے کر رہا ہے کہ

میرے بال بچے ہیں، میں ان کی اچھی پرورش کروں ۔اچھی تعلیم دلاؤں ۔اچھے انسان بناؤں۔ ان کے لئے محنت کررہاہےتو یہ بھی دین ہی ہے۔یہ دنیا نہیں ہے۔یہ دین ہی ہے۔جو یہ کررہا ہے کہ میرے والدین ہیں، میں ان کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالوں تو یہ بھی دین ہی ہے۔اگر اس لئے کررہا ہے کہ ایسا مکان بناؤں کہ شہر میں اس جیسا مکان کسی کا بھی نہ ہوتو یہاں سے شیطان کا کام شروع ہوگیا ہے۔یہ اس عُلُوًّا فِی الْأَرْضِ والی بات ہے۔مکان نہیں،اب وہ مکان اونچا ہو جسے لوگ دیکھیں گے کہ یہ کن کی کوٹھی ہے۔صرف یہ بات! فرمایا کہ یہاں سے (شیطان کا کام شروع ہوتا ہے)۔میرا لباس ایسا ہو کہ لوگ دیکھ کر واہ! واہ! کریں۔میری گاڑی ایسی ہو، میں منفرد نظر آؤں،تو یہاں سے دنیا شروع ہو جاتی ہے۔ضرورت کیلئے گاڑی ہےتو ٹھیک ہے۔وہ مسلمان ہےتو اسے آگے کا بھی خیال ہے کہ میری دنیا وہ ہے جہاں آگے جانا ہے۔ اس میں وہ امیر آدمی کے پاس پیسے ہیں تو اس نے چھوٹا سا (مکان) بنایا ہے۔اس نے کہا کہ چھوڑ کر جانے کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔چلےتو جانا ہےتو پھر اتنا سا ہی کافی ہے۔اس میں (ہمیشہ) نہیں رہنا۔بندے کے اندر Internal Indicators ہیں وہ اسے بتا دیتے ہیں کہ اب وقت وہ نہیں رہا۔خدا کی یاد نہیں رہی۔وہ صبح کو اُٹھتے تھے،وہ ذکر کرتے تھے،وہ آج نہیں رہے۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا کہ باباجی! میں وہ تاریخ پڑھ رہا تھا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت معاویہؓ کا آپس میں دولت کے بارے میں جھگڑا چل رہا تھا کہ (حضرت معاویہؓ کہتے تھے کہ) یہ دولت اور سارا کچھ انسان کے پاس ہونا چاہیے۔آگے وہ (حضرت ابوذر غفاری) درویش تھے۔وہ کہتے تھے کہ نہیں! سب مال اللہ کا ہوتا ہےاور باقی یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

باباجانؒ نے فرمایا:انہیں (حضرت ابوذر غفاری کو) اس دیس سے نکال دیا تھا کہ باباجی ذرا باہر رہا کریں۔وہ بھی ذرا Unbalanced approach ہے۔یہ دنیا کی پراگریس ہےاسے آپ سٹاپ نہیں کرسکتے۔It has to move forward. آپ اسے

Back end پر نہیں لگا سکتے ۔ اسے صحیح ٹریک پر رکھنا کہ اس میں بندہ غرق نہ ہو جائے ۔ دنیا کو ترک کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اس (دنیا) میں غرق ہونے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ نہ ترک کیا جائے، نہ غرق ہوا جائے ۔ باباجی خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قول ہے کہ دنیا کو چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کپڑے نہ پہنیں۔ بندہ لنگوٹی باندھ کر بیٹھ جائے اور کھانا نہ کھائے۔ لباس بھی پہنے۔ کھانا بھی کھائے ۔ جو رزق اللہ نے دیا ہے اسے لے۔ صرف یہ ہے کہ دنیا کا طمع نہ کرے کہ جمع ہو، اور آئے ۔ نہ طمع کرے، نہ جمع کرے۔ طمع بھی نہ کرے، جمع بھی نہ کرے، جو خودبخود آئے اسے منع بھی نہ کرے۔ اب فقیر (لوگوں کا معاملہ) کہ یہ لو باباجی ۔ یہ (فقیر) کہے کہ نہیں جی ہمیں نہیں چاہیے ۔ یہ نہیں (کرنا چاہیے) ۔ لے لو۔ چلا دو آگے ۔ اگر جمع نہیں کرنا تو کسی اور غریب کو دے دو ۔ لنگر لگا ہے، چل رہا ہے ۔ نہ طمع کرے، نہ جمع کرے، جو آئے اسے منع نہ کرے۔ خدا بھیجتا ہے ۔ وہ بندہ نہیں بھیجتا ۔ اس کا شکریہ ادا کرو ۔ اس کو دعائیں دو ۔ لے لو۔ اس کو آنے دو ۔ ایسے ہی وہ کرتے تھے ۔ اس میں اپنی اپنی Judgement میں تھوڑا بہت غلط تو ہو گا ناں ۔ ہر آدمی کہ اس کی Judgement کدھر ہے ۔ ابھی آپ نے ابوذر غفاریؓ کی بات بتائی ۔ وہ ادھر تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری امت کا حصہ ہے جیسے عیسیٰؑ ہیں کہ اوپر وہ اللہ ہے، وہ اس کے گھر پیالے میں پانی پی لیتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ بس یہی کافی ہے ۔ دنیا کا مال ہے یہ کیا کرنا ہے ۔ وہ بھی درست نہیں ۔ ان کا اپنا (فعل) چلو ذاتی طور پر تو ٹھیک ہے کہ انہوں نے ایسے کیا، وہ ٹھیک ہے ۔ لیکن Fitness جو ہے وہ Theory کی یا نظریے کی یہ ہوتی ہے کہ اگر ساری دنیا اسے اپنا لے تو دنیا ترقی کرے ۔ سارے انسان اپنا لیں اسی Theory کو تو دن رات ترقی ہونی چاہیے دنیا کی ۔ وہ ہونا چاہیے ۔ اب باباجی (حضرت ابوذر غفاریؓ) جو کہتے تھے، وہ کیا جائے تو بیٹھ جائے گی ساری دنیا ۔ ایک پیالہ ہی ہو گا کہ اور کچھ نہیں چاہیے ۔ دنیا بیٹھ جائے گی ۔ دنیا کو ترک کر کے بیٹھ گئے، ترکِ دنیا کر کے بیٹھ گئے اور آپ کی دنیا Collapse ہو کے رہ جائے ۔ وہ تھیوری ۔ تھیوری کی صداقت یہ ہے کہ ساری دنیا اپنائے تو دنیا Peacefully

آگے ترقی کرتی جائے تو وہ ہونی چاہیے۔اس پر بھی نہیں چل سکتے کہ ایک پیالہ ہی کافی ہے۔ آدمی کو ہاتھوں میں پانی پیتے دیکھا تو وہ پیالہ بھی توڑ ڈالا کہ ایسے بھی کام چل سکتا ہے۔یہ بھی توڑ دو۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔اسباب ہیں، اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔اس کو بہتر کرے، اس کو Grow کرے۔مسلمان یہی کرتے رہے۔جاوید چوہدری نے وہ ہسپانیہ میں نائی کے متعلق بھی لکھا تھا کہ مسلمانوں نے ایجاد کی تھی۔نائی پہنی لباس کی خوبصورتی کیلئے نیچے۔یہ چھریاں کانٹے مسلمانوں نے بنائے۔یہ صوفے مسلمانوں نے بنائے۔اس کا نام دیوان رکھا۔یہ پہلے تو نہیں تھے وہ ادھر ہسپانیہ میں بنے۔یہ گھر میں Water supply ہسپانیہ میں آئی۔فوارے ہر گھر میں لگے ہوئے مسلمانوں نے بنائے۔یہ نہیں کہ ہر چیز حرام ہے۔

یہ مال ومتاع کی بات ہے جس سے مومن برا سمجھا جاتا ہے۔مگر وہ (مسلمان) آگے تھے۔سسٹم وہ ہونا چاہیے کہ جس میں پروگریس ہو، یہ نہیں کہ فلاپ ہو کر رہ جائے۔اس کو Practicable بنانا چاہیے۔ایسے وہ بابا جی (حضرت ابوذر غفاریؓ) سخت گیر تھے۔اس لئے انہوں (حضرت عثمانؓ) نے کہا تھا کہ بابا جی آپؓ ذرا (شہر سے) باہر ہی رہیں کہ یہ مثال نہ بن جائے۔

ہمارے بابا جی دادا پیر جو تھے مولانا کریم الدین احمدؒ۔ان کا بابا جیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے لکھا ہے کہ وہ دہلی میں رہتے تھے۔First class ہوٹل میں رہتے تھے۔جو ملنے والے آتے تھے ان سب کو کھانا بھی خود ہی کھلاتے تھے۔میں نے (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے) بابا جیؒ (مولانا کریم الدین احمدؒ) کو دیکھا کہ کسی کی دعوت پر نہیں جاتے تھے اِدھر گھر میں گاؤں سے باہر چھپر تھے،ان میں رہتے تھے۔حضرت صاحب (مولانا کریم الدین احمدؒ) ایک ہی کھدر کا جوڑا رکھتے تھے۔یہ پرانے زمانے کی بات نہیں، اسی زمانے کی بات ہے۔ کھدر کا ایک ہی جوڑا رکھتے تھے۔جمعہ کو اس کو خود ہی دھوتے تھے اور اسے پہن لیتے تھے۔ چھ مہینے بعد یہ جوڑا کسی غریب کو دے دیتے اور ایک نیا کھدر کا جوڑا بنا لیتے۔سونا بنانے کا نسخہ

آپؒ کے پاس تھا۔ یہ بھی بات ہے۔ ہمارے پاس ہو تو ہم کیا کریں؟ انہوں نے کیا کیا؟ ہمارے دادا پیر تھے۔ اُنہوں نے ہمارے پیر کو دیا تو اِنہوں نے پکڑ کے باہر پھینک دیا۔ میں اس لئے مرید نہیں ہوا تھا کہ مجھے سونا بنانا آجائے۔ مجھے وہ بتائیں کہ لقد ناراض جی کدھر ہیں؟ وہ اللہ میاں کا کہا ہے۔ کسی فقیر سے اس لئے بیعت ہونا کہ پیسے آجائیں تو فرمایا کہ لعنت ہے۔ اِنہوں (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) نے پھینک دیا اور اُنہوں (مولانا کریم الدین احمدؒ) نے ہوتے ہوئے پاس بھی رکھا مگر وہ چھپر کے نیچے رہتے اور کھدر کا جوڑا پہنتے تھے اس کے ساتھ۔ یہ اپنی اپنی Requirement ہے کہ آپ کے پاس کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ اس کو اسی میں رکھا کہ فقیرانہ ہی رہے۔

Indicators تو اپنے اپنے ہی ہیں۔ یہ دیکھنا کہ یہ Balance سے Unbalance تو نہیں ہو رہے۔ لیکن یہ ہے کہ خدا نے وہ بنا دیے۔ ہماری Routine سیٹ کر دی کہ نماز ہے، روزہ ہے۔ اچھے لوگوں کا بھی بتا دیا کہ میرے اچھے لوگ جو ہیں وہ بیچ رات کے سجدے اور قیاموں میں گزارتے ہیں۔ حضور ﷺ کے بھی لمبے لمبے قیام کا لکھا ہے کہ پاؤں میں ورم آجاتا تھا، اتنا لمبا قیام کرتے تھے۔ یہ بتا دیا گیا کہ اچھے لوگ وہ ہیں جن کے یہ اوصاف ہیں۔ آگے بھی ضروری ہے کہ یہ جو سسٹم ہے کہ اچھے لوگوں کے پاس اُٹھے بیٹھے، اُن کی صفات، ان کی باتیں انشاء اللہ آپ کو ٹریک پر رکھیں گی۔ یہ بڑا ضروری ہے۔ بابا جیؒ نے بھی لکھا ہے کہ مرشد اس لئے بھی ضروری ہے کہ دنیا میں کسی کے پاس ٹائم نہیں ہے کہ وہ آپ قرآن پڑھے، اس میں سے صحیح عقائد Extract کرے، صحیح راستہ Choose کرے، اور اس پر چلے یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بابا بوڑھا مل جائے، پڑھا پڑھایا ہوا وہ خود بتا دے کہ بیٹا ایسے چلو۔ باقی یہ جو ہے یہ ایسے ہی ٹھیک ہے۔ یہ (بابا) چلتا ہے اور آپ کو گائیڈ بھی کرتا ہے۔ اس کے لئے علمی طور پر بھی یہ بڑا ضروری ہے۔ باقی آپ جانتے ہیں کہ یہ جو فیض صحبت ہے یہ بھی بہت بڑی چیز ہے۔ اس (مرشد) سے Extract ہوتا ہے۔ Radiations ہوتی ہیں اور ہم بھی

اس رنگ میں رنگے جاتے ہیں جس میں پیر آپ کا چل رہا ہو۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مرشد جو ہیں وہ ٹریک پر رکھتے ہیں۔ وہ اِدھر سے پرورش پاتی ہے۔ باباجیؒ کہتے ہیں کہ اچھے خیالات، نیک خیالات، اور دنیا میں ایسے ہوجائے اور ویسے ہوجائے۔۔۔ وہ (بندہ) سمجھتا ہے کہ میرے خیال ہیں مگر ایسا نہیں ہوتا۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ یہ مرشد کا فیض ہوتا ہے، وہ اندر کام کرتا ہے۔ نیکی کی باتیں اندر اُٹھتی ہیں، نیک جذبات اندر اُٹھتے ہیں، یہ ایسا کردیں، ویسا کردیں۔ چلو یہ ہوں یا نہ ہوں مگر اس کی اپنی خواہشات اور جذبات ہیں کہ دنیا میں ایسا ہو جائے۔ امن وامان ہو جائے۔ کوئی لڑائی جھگڑے اور جنگیں نہ ہوں۔ Peaceful ہو جائے دنیا۔ یہ سارا مرشد کے فیض سے اندر پیدا ہوتا ہے۔ اُدھر سے آتا ہے۔ وہ On track اسے رکھتا ہے۔

عُـلُوًا فِيْ الْأَرْضِ ہے یہ بڑا پن۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے خرابی ہے۔ مشہور ہے کہ ایک آدمی اوپر بالاخانہ بنا رہا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ کون بنا رہا ہے بالاخانہ۔ بتایا گیا کہ فلاں آدمی۔ تو آپﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ چلے گئے واپس۔ تھوڑی دیر بعد وہ آ گیا اس نے سلام کیا تو آپﷺ نے منہ دوسری طرف کرلیا۔ پھر وہ آ گیا تو حضورﷺ نے اُدھر کرلیا۔ کسی نے بتایا کہ حضور علیہ السلام اس راستے سے گزرے جہاں تم اوپر بالاخانہ بنا رہے ہو۔ اس کو حضورﷺ نے ناگواری سے دیکھا ہے۔ اس وجہ سے میرا خیال ہے کہ تمہاری طرف نہیں دیکھا۔ وہ گیا جو تعمیر کررہا تھا تو اس کو مٹا دیا۔ پھر آیا اور کہا کہ یارسول اللہﷺ میں نے اسے گرا دیا ہے۔ تو آپﷺ نے کہا کہ اچھا کیا ہے۔ اچھا نہیں لگتا ہوگا بالاخانہ بنانا۔ تم بنا لیتے تو مدینہ والوں کے دلوں میں ایک ہوس کی آگ پیدا ہو جاتی کہ ہم بھی بنائیں۔ جیسے شیخ صاحب نے بنایا ہے، ہم بھی بنائیں۔ میرا بھی ایسا ہونا چاہیے، اسی طرح۔ اتنے لوگوں کا سکون تمہارے وہ ایک چھوٹی سی عمارت سے پیدا ہوگیا ہے۔ انسان چاہتا ہے۔ Race پیدا ہو جاتی ہے گاڑیوں کی، دولت کی۔ اس میں سادگی ہو۔ China کی جو اچھی Contribution ہے، انہوں نے سادگی کو رواج دیا۔ اپنے Living میں، کھانے میں، لباس میں۔ Mao نے خود اسے چلایا۔ ایک ٹوپی پہنا دی

سب کو، کپڑے خود بھی پہنے، فوجوں کو بھی پہنا دیے۔ عورتوں اور مردوں کو بھی بنوا دیے کہ سب یہ پہنیں۔ No make up, No lip stick کچھ نہیں۔ خوبصورت ہیں، خوبصورت رہیں صبح سویرے ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھوا اور ٹھیک ٹھاک ہو سب۔ اس (بننے سنورنے کے) ٹریک پر اس (Mao) نے انہیں چڑھایا ہی نہیں۔ عورتیں بھی بیلٹ باندھ کر آتیں اور اوپر شرٹ پہن لیتیں۔ Display کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو مقصد ہے تو صرف کام سے۔ مکان Government کو سارے دے دیے کہ Government یہ سب آپ کو دیگی مکان بنا بنا کے۔ کوئی محل اور ڈیزائن کی ضرورت نہیں ہے۔ بیرک ٹائپ فوجیوں والے۔ ہر چیز Standarize۔ کہ یہ مکان ہیں تمہارے۔ ایک جگہ سے پوسٹنگ ختم تو دوسری جگہ جا کے وہاں لے لو۔ ایک گھڑی، ایک سلائی مشین، اور ایک سائیکل۔ صرف یہی تمہاری Private property ہے۔ باقی یہ ٹیبل وغیرہ ادھر ہی رہنے دو۔ سائیکل پر مشین باندھ لینی ہے اور چلتے بنو۔ ادھر آ گے آپ کو مکان مل جائے گا۔ یہ برتن، کرسیاں سب آ گے بھی مل جائیں گے۔ ان ساروں کو ادھر ٹریک پر رکھا۔ کار جو ہے میرا خیال ہے کہ پچیس سے تیس سال بعد پہلی کار اُدھر خریدی گئی تو Pakistan times میں اُس کی تصویر آئی کہ پہلی کار ہے جو On road چائنہ میں آئی ہے پرائیویٹ۔ ورنہ سائیکلیں، بسیں۔ سستی اور کثرت کے ساتھ۔ اس (قوم) کو ادھر ہی رکھا اور بابا ماؤ (Mao) جو ہے وہ اپنی قوم کو Atomic power بنا کے مرا۔ وہ پوستیوں کو اُٹھا کے مرا۔

گراں خواب چینی سنبھلنے لگے
ہمالہ کے چشمے اُبلنے لگے

علامہؒ نے بھی کہا کہ وہ پوستیوں کی قوم جو ہے وہ بھی اُٹھ بیٹھی ہے۔ ان کو اس (Mao) نے اُٹھایا اور کہاں تک پہنچا دیا۔ یہ Leadership تھی پھر ان کا ایک ٹریک تھا جس پر ان کو اُٹھایا۔ خود مزدوری کرتا رہا اور سب (کاروبارِ حکومت) اسی میں چلا۔ کوئی Aid نہیں لی اور کہا کہ

نہ نہ ہمیں نہیں چاہیے۔ ہم اپنی قوم کو بھکاری نہیں بنانا چاہتے۔ ہمارے پاس دانے بھی ہیں۔ یہ (کھانے پینے کا سامان) سب کو ملے گا لیکن ہمیں باہر سے نہیں چاہیے۔ (اپنی قوم کو) ادھر ہی رکھا۔ مشینیں بھی نہیں منگائیں۔ جہاں میلوں تک دلدل تھی، اس نے کہا کہ ہمارے پاس اتنی فوج ہے، اتنے انسان ہیں، انسانوں کی فوج ہے تو ہم نے کیا کرنا ہے ان کو۔ وہ انہوں نے میلوں کے میل زمین قابل کاشت بنادی۔ پہاڑوں کے اوپر Step fields بنا دیے۔ جہاں بھی ذرا Plane جگہ ہے، مٹی ڈال دی۔ بس مٹی چاہیے۔ گندم ہے تو وہ اُگ پڑے گی۔ وہاں بھی گندم اُگائی۔ گلدستوں میں بھی گندم لگائی۔ جہاں گھاس اُگاتی ہے، وہاں گندم اُگائی کہ یہ بُو جو کھائی ہے۔ اس (Mao) کے پاس اربوں کی Population تھی، کسی کو باہر سے نہیں منگوایا۔ کسی نے کچھ نہیں کہا۔ سب کو اسی پر چلایا اس نے۔ ٹھیک ہو گئے سب۔ کاراس وقت آئی جب خواہش ہی ختم ہو گئی۔ کیا کرے گا بندہ رشوت لے کر کہ اپنی مرضی سے مکان بھی نہیں بنا سکتا۔ یہ بھی بنا بنایا ملتا ہے۔ لباس بھی وہی ایک ہی جو (حکومت نے) Issue کر دیا ہے، وہی پہننا ہے۔ شادی بھی بس ایک Certificate جمع کرادو کہ دونوں میاں بیوی ہیں۔ ان کو پرمٹ مل گیا کہ جاؤ تمہاری شادی ہو گئی۔ پیسے وہ کیا کریں گے؟ اس (Mao) نے پیسے کی جو Attraction تھی ان میں وہ ہی ختم کر دی۔ کس سے Compete کرے گا۔ عُلُوًّا فِی الْأَرْضِ (دنیوی اونچائی) کی وہ Field ہی بند کر دی۔ گورنمنٹ کے پاس پیسہ آیا۔ فوج بڑھائی۔ اب بھی دنیا کی فوج کے پانچ سپاہی ہوں تو ایک سپاہی China کا ہے۔ آبادی بھی ہے۔ دنیا میں سب سے بڑی فوج انہیں کی ہے۔ ایک ارب سے اوپر وہ کراس کر گئے ہیں۔ چھ ارب دنیا کی کل آبادی ہو گی، اسی حساب سے وہ (چینی) ہیں۔ بالکل فٹ فاٹ ہیں۔ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ China کو آنکھیں دکھاتے بھی نہیں ہیں۔ ان کو بھی خبر ہے کہ یہی ہمارے دشمن ہیں۔ ان کا ایک جاسوسی کا جہاز اترا تھا جسے (ان چینیوں نے) پکڑ لیا تھا۔ چھوڑا نہیں کہ اسے کھولیں گے، اس کی تلاشی لیں گے، اس کو پھر واپس کریں گے۔ اس کو اُڑنے بھی نہیں دینا۔

اس جہاز کو Split کر کے کھول کر لے جاؤ۔ اُڑنے بھی نہیں دینا یہاں سے، پکڑلیا اور ساری اپنی شرائط منوائیں۔ اس کو Split up کر کے اس میں سے ساری جو Information لینی تھی وہ لے لی اور دے دیا۔ اپنی شرائط پر سجدے کرا کے ان کو دیا۔

ان کو پتہ ہے کہ پاکستان ان کی Interest میں ڈیل کرتا ہے۔ وہ فارمولا کو مانتے تھے، اس کو مانتے بھی نہیں تھے۔ جب پاکستان نے دھماکہ کرایا تو انہیں مشینری بھی مل گئی، Security بھی مل گئی، سارا کچھ مل گیا۔ پاکستان نے جو کیا وہ اس کو مانتے بھی تھے۔ احسان بھی یاد رکھا۔ اب بھی یاد رکھا ہے کہ انہوں نے کیا۔ Hanry Kasinger (ہینری کسنجر) یہاں سے ہی گیا تھا۔ Secret mission میں پاکستان نے ان کا ملاپ کرایا تھا کہ بات تو کرو بیٹھ کر، یہ راستہ بھی Open ہو گیا۔ وہ یاد رکھتے ہیں کہ پاکستان بھی ہمارا دوست ہے۔

باباجیؒ کہتے تھے کہ یہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔ چون بڑا اچھا بندہ ہے۔ وہ زندہ تھا۔ کہا کہ نہیں نہیں اس کا دل بھی اچھا ہے۔ میں اندر کی بات کرتا ہوں۔ چون کا بڑا اچھا دل ہے۔ باباجیؒ کہتے ہیں کہ ادھر ایک ڈیوٹی والا فقیر ہے، ایک صاحب خدمت فقیر ہے، وہ میرے پاس آیا کرتا تھا۔ شہید ہو گیا تھا، وہ صاحب ڈیوٹی ہے۔ اب میرے پاس اپنے کام کے لئے آتا تھا۔ کہنے لگا کہ آپ کوئی کام بتایا کریں۔ میں نے کہا کہ تیرے پاس ٹائم ہی کہاں ہے۔ ایسی باتیں باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) کم ہی بتاتے تھے۔ یہ Secret باتیں اور اندر کی باتیں جو چلتی ہیں وہ بتاتے نہیں تھے۔ اس نے کہا کوئی کام بتائیں تو میں نے اس لئے کہا کہ ہندوستان کو چینیوں سے لڑا دو۔ اس نے کہا کہ اچھا جی ٹھیک ہے لڑا دیں گے۔ وہ آتا رہتا تھا۔ اس سے کہا کہ وہ تمہیں ایک کام کہا تھا تو اس نے کہا کہ نہیں۔ میں کرا رہا ہوں۔ ان کو Hypnotize کر رہا ہوں، آپ دیکھنا لڑائی ہو گی۔ وہ بھیڑوں بکریوں پر لڑا دیا کہ ہماری بھیڑوں، بکریوں کو وہ لے گئے ہیں باباجیؒ کے پاس آیا تو کہا کہ ہم نے لڑا دیا۔ باباجیؒ نے کہا کہ تم تو بڑے کام کے آدمی ہو، تم نے اسے لڑا دیا۔ اس نے کہا کہ میں ان کو Hypnotize کر رہا ہوں، آپ دیکھنا یہ لڑیں گے۔

یہ بھی چلتا ہے، اندر Secret services بڑا کام کرتی ہیں کہ ان کو لڑا دو۔ کہنے لگے کہ وہ مسلمان تھا، شہید ہو گیا تو صاحب ڈیوٹی ہے وہاں پر۔ کہنے لگے کہ بڑا اچھا ہے وہ چون جو ہے۔ کہنے لگے کہ نہیں اس کا دل بھی بڑا اچھا ہے۔

اچھے لوگ ہیں جی۔ کلمہ پڑھنا اور آخرت کی زندگی کا تو وہ الگ حساب ہے لیکن ادھر بھی لوگ بڑے بڑے اچھے ہوتے ہیں۔ دنیا میں اچھائی کے اور نیکی کے اصول ہیں، جن پر چلنے میں دنیا میں عظمت ہے۔ ایک بھائی نے کہا کہ بابا جی! جنت کے حقدار کون ہوں گے؟ دل کے اچھے والے یا یہ جو ہیں؟

بابا جانؒ فرمانے لگے: دل کے اچھے وہ ہیں لیکن ایک ایمان کی بات ہوتی ہے۔ ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا، اللہ کے وجود کو نہیں مانتا، مان گیا پھر تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ صرف پہلا پارٹ ایک بندہ اللہ کو نہیں مانتا، آخرت کو بھی نہیں مانتا۔ اب اس کا 'الاعمالُ بالنّیات' کے حساب سے دیکھیں کہ وہ جو بھی کام کرتا ہے وہ اللہ کے لئے نہیں کرتا۔ ان دونوں کے علاوہ کچھ نیت ہے اس کی۔ نہ آخرت ہے اس میں نہ اللہ ہے۔ یہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ کہ میرا نام بلند ہو، میرے ملک کا نام بلند ہو، میرے قبیلے کا نام بلند ہو۔ یہیں رہ جاتے ہیں پیچھے۔ بس یہی بات۔ یہی اس کے اعمال کا جواز ہوتے ہیں۔ اس میں اللہ جو آخرت میں دینے والا ہے اس کا بیج ہی اس نے نہیں بویا۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ناں۔ آخرت کو مانتے ہوئے آج کل جو گندم بو رہے ہیں اس ارادے سے کہ گرمیوں میں اُگے گی۔ یہ یقین ہی نہیں ہے کہ گرمیاں بھی ہوں گی یا نہیں تو پھر کیا فائدہ؟ آج وہ سردیوں میں بیج اس لئے بو رہا ہے کہ یہ اُگے گا۔ اس کو آخرت کا یقین ہے تو مطلب ہے بوتا ہے وہ اس مقصد کے لئے۔ بڑے بڑے درخت جو ہیں وہ برسوں بعد پھل دیتے ہیں۔ اس کے بھی بیج وہ بوتا ہے، پانی دیتا رہتا ہے کہ یہ بڑھے گا تو پھل دے گا۔

ایک جو مانتا نہیں اس کے اعمال اس کے سوا ہیں، اللہ اور آخرت کے علاوہ۔ پھر اس کو ادھر ہی Reward مل جائے گا۔ دنیا کے لئے اس نے کیا تو اللہ یہاں کہتے ہیں کہ دنیا میں سارا

انعام ملے گا۔جوبھی اس نے محنت کی، جوبھی اس نے کوشش کی،انسانیت کے لئے اچھا کیا۔ وہ اس کودنیا میں Reward دیا جائے گا۔اس دنیا کی خاطر کیا، پورا ملے گا۔اس میں بالکل بخل نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ اللہ پر Trust اورایمان ضروری ہے کہ وہ آخرت میں دے گا۔ وہ ہونا چاہیے۔اگر وہ ہے نہیں تو اس میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ان کیلئے نہیں مسلمانوں کے لئے بھی اس نے فرمایا ہے کہ یا اللہ! میں قاری تھا، میں نے وہ کیا تا کہ تیرے دین کی بلندی ہو۔اللہ کہے گا کہ تو نے اس لئے کیا کہ میرا نام بڑا ہو، میری قرأت کا چرچا ہو، مجھے لوگ عالم مانیں کہ یہ بڑا خطیب ہے، خطیب اعظم۔وہ تمہیں مل گیا ہے۔اسی طرح مجاہد کہے گا کہ میں نے جہاد اس لئے کیا کہ اسے کہا جائے گا کہ تم نے یہ اس لیے کیا کہ میں مشہور ہو جاؤں تو وہ تمہیں مل گیا۔ جو بھی ایسے ہوں گے ان کو اللہ میاں یہ کہے گا۔مسلمانوں کو اللہ میاں یہ کہے گا کہ تم نے دنیوی غرض کے لئے یہ کیا تھا۔وہ تمہیں دنیا میں مل گیا۔اب یہاں میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں۔یہ جو خلوص ہے کہا کہ عنداللہ۔ کہ سب اللہ کے لئے کرے۔یہ دین جو ہے اس میں سب خالصتاً اللہ کے لئے ہو اس میں کوئی آمیزش نہ ہو۔خالص اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی آمیزش نہ ہو۔

باباجیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اللہ کے لئے کرو۔اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے لئے کام کرو کہ اللہ کی مخلوق جو ہے یہ اللہ کے راستے پر چل جائے، دوزخ سے بچ جائے، اور جنت میں چلی جائے۔اس نیت سے کرو۔اس کے علاوہ اگر اپنی بزرگی کا اظہار کوئی ہے، تو یہ ہے، تو فرمایا کہ مت کرو، پھر رہنے دو۔پھر نہ کرنا اچھا ہے۔کرنا ہے تو کوئی لالچ نہیں ہے، محض اس لئے کرو کہ اللہ راضی ہو جائے۔یہ میرے بھائی ہیں، اللہ کے بندے ہیں، ہمیں اس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ ہم میں وہ بات پیدا ہو جائے۔ہمیں سمجھ آجائے، اس کے مطابق چل پڑیں۔ اللہ خوش ہو جائے کہ میرے بندے دنیا میں صحیح گزار کر آئے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کی امت ہے ، یہ دنیا ساری ہی آپ ﷺ کی امت ہے۔سارے مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے کبھی کبھی دعا بھی کیا کریں کہ اللہ سارے انسانوں کو وہ شعور عطا فرمائے جس کے لئے اس نے پیدا کیا ہے

تا کہ اس میں لگ جائیں اور کامیاب ہو کے جائیں۔سارے۔اندر وہ ہونا چاہیے۔اس درد کے ساتھ کریں۔کام جو ہے وہ محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے ہو۔وہ اللہ میاں چاہتا ہے کہ مخلص ہوں بندے۔اخلاص کے ساتھ ہو۔اس میں وہ ہو جاتا ہے۔سارے جتنے بھی ہیں، یہودی ہیں، یا عیسائی، وہ تو چلو مانتے ہیں اس رب کو۔مولوی جو مرضی کہے بابا جی تو ان کو کفار نہیں کہتے تھے۔قرآن بھی ان کو کفار نہیں کہتا۔وہ کفار، مشرک کفار ہیں، وہ جو اللہ اور جنت کو نہیں مانتے۔وہ کفار ہیں۔ان کو اہلِ کتاب اللہ نے کہا ہے۔یہ اہلِ کتاب ہیں۔ان کے ساتھ اچھی بات کرو۔ان کے ساتھ جھگڑا نہ کرو۔ان سے کہو کہ جو خدا تمہارا ہے وہی ہمارا خدا ہے، ہم اسی خدا کو مانتے ہیں، اس بات پر آؤ اکٹھے ہو جاؤ۔اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔وہ تو آپ مانتے ہیں۔ہمارے اللہ میاں کو نہیں مانتے، نہ سہی، چلو اس بات پر تو آتے ہیں کہ دنیا میں وہی نظام نافذ کر دیں جس میں اللہ کا کوئی شریک نہ ہو۔اس کے قوانین جو ہیں، وہ چلیں۔اللہ بھی کہتا ہے کہ ان کو دعوت دو۔اُن کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے۔تم ان کی عورتوں سے شادی کر سکتے ہو، کرو۔ان (اہلِ کتاب) کو ایک Special status علیحدہ دیا گیا ہے۔

قرآن میں یہ لکھا ہے کہ مشرک عورت سے شادی نہ کرو، خواہ کتنی خوبصورت لگے، کتنا اس کا حسن ہو۔اسی طرح مسلمان عورت جو ہے وہ کسی غیر مسلم سے شادی نہ کرے، خواہ کتنے اچھے ہوں۔وہ تو مشرک ہیں، تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں، اللہ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے ان کو کہا ہے کہ یہ مشرک ہیں، عیسائی جو ہیں۔عیسیٰؑ کو، ان کی ماں کو خدا مانتے ہیں۔اللہ پوچھے گا عیسیٰؑ سے کہ آپؑ نے ان کو حکم دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کی طرح معبود جانو؟ عیسیٰؑ کہیں گے کہ اے اللہ میں کیسے کہہ سکتا تھا۔شرک کا فتویٰ بھی ہے، کہا کہ ان کے ساتھ شادی نہ کرو، اور ادھر کہا کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کر لو۔مولانا مودودی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ان کا دین جو ہے، اس کی شرک پر بنیاد نہیں ہے۔دین توحید پر قائم ہے۔کلمہ توحید ہی سکھاتا ہے۔

آخرت کے سارے عقائد جو ہیں،ان کو دیے گئے ہیں۔

ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ ہمارے کون سے سارے مسلمان توحید پر قائم ہیں۔قبر پرستی ہوتی ہے، پیر پرستی ہوتی ہے،قبروں کو سجدے ہوتے ہیں،منتیں مانی جاتی ہیں،لیکن دین کی بنیاد جو ہے وہ توحید پر ہے۔وہ اس پر نہیں قائم یہ علیحدہ بات ہے مگر دین کی بنیاد اس پر ہے۔اس لئے ان عیسائیوں کا کہا کہ ان کا دین توحید پر قائم ہے۔اس میں کوتاہیاں ہو گئیں،وہ الگ بات ہے مگر اس میں اللہ نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ آپ شادی کے رشتے استوار کر سکتے ہیں۔سارا یہ جو آتا ہے کہ گنگا رام ہسپتال بنایا، گلاب دیوی نے بنایا، یہ کیا وہ کیا۔ان کا وہ اجر نہیں ملے گا؟ضرور ملے گا۔ جو بھی ذرہ برابر بھی کسی نے نیکی کی،وہ آن ریکارڈ ہے۔مگر اس نیکی کی جو Evaluation ہے وہ اس پر ہوگی کہ کس نیت سے کیا؟ کسی کا عقیدہ کیا ہے؟یا جیسے وہ اللہ کہتا ہے کہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے پتھر پر مٹی جمی ہو،اور اس پر بیج بو دیا ہو۔اب بنیاد نہیں ہے اندر۔بارش ہو گئی تو سب کچھ رُل گیا۔مٹی بھی گئی، بیج بھی گیا اور ختم ہو گیا۔اللہ کی رحمت برسی تو دونوں ہی رہ گئے۔ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔(ان کی مثال ایسے ہے کہ) جیسے ٹیلا ہو،اس پر باغ ہو۔بارش زیادہ برسے تب بھی پھل ہے،تھوڑی برسے تب بھی اچھا ہے۔تو اس پر یہ معاملہ کیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام: سید رحمت اللہ شاہ صاحب

مورخہ: 14.01.1999

لاہور سے ہوکر آیا تو اگلے روز ہی فیصل آباد چلا گیا۔ وہاں آخری رات بخار نے آن لیا۔ بلکہ نمونیا ہوگیا تھا۔ دو روز بعد ہی ڈسکہ والوں نے اصرار کیا کہ ضرور آئیں۔ وہاں بھی چلے گئے۔ ہمت تو بہت ہے لیکن عمر کے اپنے تقاضے ہیں۔ کافی کمزوری ہوگئی۔ پھر بھی اللہ کا شکر ہے جس نے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ کی پیاری پیاری باتوں کا کیا جواب لکھوں۔ بس آپ جیسے بھی ہیں، ہمارے ہیں اور ہمارے اللہ کے بھی پیارے ہیں۔ اونچ نیچ آتی ہی رہتی ہے۔ بس استقامت درکار ہے کہ اللہ کا در چھوڑا نہ جائے۔ بقول شاعر:

؎ گر چہ رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

قبلہ حضرتؒ کی کتابیں پڑھتے رہا کریں۔ ہر بار آپ کی کوئی نہ کوئی نئی بات بھی ملے گی اور بانیٔ سلسلہؒ کے فیض کی برکت سے عمل کا جذبہ بھی ترقی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نیا سال آپ کے لئے ،سلسلہ عالیہ توحیدیہ، اہل پاکستان، اُمت مسلمہ اور ساری انسانیت کیلئے مبارک فرمائے۔ آمین۔

مورخہ: 10.05.1999

الحمد اللہ آپ سالانہ اجتماع کی برکات سے مستفیض اور محظوظ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مزید نعمتوں سے سرفراز فرمائے، اپنا قرب عطا فرمائے اور اپنی مخلوق کی اصلاح و خدمت کا کام کرنے کی ہمت سے نوازے۔ آمین۔

سب ڈوریاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ہم اس کے بندے اس کے حکم کی تعمیل کا سبب بن جاتے ہیں۔پھر صحبتِ شیخ اور مجالس مخلصین کے اثرات اپنی جگہ مسلم ہیں۔جو بھائی ان حقائق کو سمجھ لیتے ہیں وہ ایسے اجتماعات کی اہمیت کے پیش نظر ان میں حاضری کے پابند ہوجاتے ہیں۔ممکن ہے اکتوبر میں ایک شب کا ذکر وسماع کا پروگرام مرکز پر پھر بنالیا جائے تا کہ ئے کشوں کو سرور تازہ کرنے کا موقع میسر ہو۔دُعا کریں ایسا ہو سکے۔ خضر عباس صاحب کو بھی تیر لگ گیا ہوگا جو یہ کیفیت ہوئی۔الحاج مرتضیٰ صاحب تو زبردست تیرانداز ہیں۔اللہ کرے خضر صاحب کو مزید ذوق وشوق عطا ہو اور اللہ کی محبت والی بندگی کے صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔آمین۔

مورخہ: 08.07.1999

اگر چہ جماعت اسلامی اور جمعیت کے کام کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں پھر بھی میں آپکی ان کے ساتھ گہری وابستگی پسند نہیں کرتا۔اچھا اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمادے کہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوسکیں۔اہل پاکستان ، عالم اسلام اور پوری دنیا کو فکری اور روحانی راہنمائی کی ضرورت ہے،اس کیلئے حضورﷺ کے اتباع میں اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے مخلص اور سچے فقیروں کی ایک جماعت کی ضرورت ہے۔ ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو اس عظیم ذمہ داری کا شعور اور مطلوبہ نور عطا فرمائے تا کہ ہم اس زندگی بخش تعلیم پر پہلے خود عمل کر کے سچے توحیدی فقیر بن جائیں اور پھر محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور مخلوق خدا کی اصلاح و فلاح کیلئے کام کریں تا کہ اللہ کی رحمت پوری دنیا کو ڈھانپ لے اور ہر ایک سے عدل وانصاف ہو اور ہر جگہ امن قائم ہوجائے۔خلوص اور لگن سے کام کیا جائے تو اللہ کی تائید ونصرت سے ہر قدم پر کامیابی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتے ہیں اور اپنی مخلوق پر نہایت رحیم ہیں۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(عزیز عارف توحیدی)

اللہ کریم کا خاص فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا کیا اور اپنے خاص کرم سے توحیدی بنایا۔ ایسے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی پابندی ہمارے لیے عام مسلمانوں کی نسبت زیادہ لازمی ہوگئی۔

''بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے، اب اس کے والدین پر منحصر ہے کہ اسے مسلمان، مجوسی، یہودی یا نصرانی بنا دیں۔'' مگر ایک بات ضرور ہے کہ ''عہد الست'' سب نے کیا ہوا ہے۔ جس کے مطابق ہر ایک روح نے بلا استثنیٰ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کیا ہوا ہے۔ تو گویا انسان ازلی طور پر سعید ہے۔

سمندر سے اٹھنے والے بخارات بارش بن کر زمین پر گرتے ہیں اور اپنے اصل کی تلاش میں رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ جس پانی کو سیدھی راہیں مل جاتی ہیں تو وہ ندی، نالوں اور دریاؤں کے ذریعے جلد اپنے اصل سے مل جاتا ہے اور جسے زمین میں جذب ہو کر ٹیڑھی میڑھی راہوں سے واسطہ پڑ جائے اسے مشکلات پیش آتی ہیں اور اسے اپنی اصل سے ملنے تک بہت دیر لگ جاتی ہے۔ یہی حال انسانی ارواح کا ہے۔

اللہ کریم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے زمین میں اپنا خلیفہ، نائب یا ڈپٹی مقرر فرمایا۔ تو ظاہر ہے اسے نیابت والی خوبیوں سے بھی متصف فرمایا۔ مخالفین پر علم الاشیا کے سبب اس برتری کو ثابت بھی فرما دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ خلیفة اللہ فی الارض کے تسلسل اور

معرفت وعرفان الٰہی کے اعلیٰ ترین مقامات کے حصول کی خاطر آدمؑ کو زمین پر بھیجا۔

ابلیس جو اپنے اندر چھپی ہوئی خلافت کی خواہش لیے ہوئے تھا، میدان میں کود پڑا اور مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ مخالفت نہیں بلکہ کھلم کھلا دشمنی، وہ بھی قیامت تک۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب پر اعتماد کا اظہار فرماتے ہوئے شیطان کو راندہ درگاہ کر کے اس کا چیلنج قبول فرمایا اور اسے قیامت تک کے لیے مہلت دے دی اور فرمایا کہ لگا لو زور، میرے بندوں پر تمہارا زور نہ چلے گا۔

اولادِ آدم سے انبیاءؑ کا سلسلہ چل نکلا جو توحید کا درس دیتے رہے۔ حتیٰ کہ محبوب رب العالمین ہمارے آقا و سردار نبی رؤف الرحیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ کو اپنی آخری کتاب ہدایت (قرآن کریم) بھی عطا فرمائی جو قیامت تک کے لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ نبوت پر تو مہر ثبت فرما دی مگر وارثانِ نبی کا سلسلہ جاری رکھا تا کہ رشد و ہدایت کا سلسلہ اور حسبِ ضرورت قرآنی تعلیمات جاری رہ سکیں۔ چنانچہ اللہ کریم کے دوست یعنی اولیاء اللہ اس مشن کو تائید و نصرت ایزدی کے سبب جاری رکھے ہوئے ہیں اور احکامِ الٰہی کو حکمت اور مواعظ حسنہ سے بندگانِ خدا تک پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں۔

چنانچہ موجودہ صدی کے عظیم مجدد حضرت قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ہیں، جو جدید تصوف کے بانی ہیں۔ آپؒ نے امتِ مسلمہ کے زوال کے اسباب پر گہری تحقیق فرمائی اور محسوس کیا کہ موجودہ دور میں اسلام میں نئے بیکار لوگوں کی بھرتی کر کے تعداد میں اضافہ کرنے کی بجائے پہلے سے موجود مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی اصلاح کر کے ان سے مزید کام لیا جانا بہتر ہے۔ اس مقصد کی خاطر آپؒ نے محنتِ شاقہ سے اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت تیار فرما کے مشن پر لگا دی تھی اور قبلہ ڈار صاحبؒ اس کی اولین کڑیوں میں سے ایک کڑی تھے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ وہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے تصوف کو

ہر قسم کی آلائشوں سے نہ صرف پاک کیا اور خالص توحید کو تصوف کی ابتداء و انتہا قرار دیا بلکہ تصوف کا سلیبس مقرر فرمایا جو اس سے قبل کسی نے نہ کیا۔ جن حضرات نے آپ کی تعلیم کو سمجھ کر اس پر عمل کیا اور ربانی سلسلہ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے انہوں نے برسوں کا سفر دنوں میں طے کیا۔ ان خاص الخاص شخصیات میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کو سرفہرست رکھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اتنی عظیم شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کے لیے عاجز ہوں، قلم قاصر ہے۔ حالانکہ آنجناب سے تعارف، تربیت اور شرف بیعت تک کا سلسلہ 41 سال پر محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ نوجوانی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور قبلہ ڈار صاحبؒ کی تربیت قسمت کی بات تھی۔ آپ 24 سال کے نوجوان تھے جب آپ کو سلسلہ توحیدیہ کا تعارف ہوا اور اسی سال یعنی 1959 میں چھ ماہ بطور طالب رہنے کے بعد بانی سلسلہ سے بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپؒ فرماتے تھے ''جب سے تعلیم سمجھ میں آگئی اور عمل شروع کیا تو پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے قلیل عرصہ میں 1961 میں جب آپ 25 سال کے تھے قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنا مجاز روحانی مقرر کر کے فرمایا ''آپ تو کب کے مجاز ہیں اور آپ کو پتہ نہیں''۔

1963 میں طریقت توحیدیہ چھپ کر آئی اور نوشہرہ ورکاں میں اس کی تقسیم ہوئی تو بھائیوں نے کتاب خرید کر قبلہ انصاری صاحبؒ سے آٹوگراف لیے چنانچہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو باباجیؒ نے یہ آٹوگراف دیا ''محبت وصداقت تمہیں اللہ سے ملا دے گی۔

قبلہ ڈار صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں باباجی انصاری صاحبؒ نے ٹیکہ لگانا سکھا دیا ہے ہم ٹیکہ لگا کر کہہ دیتے ہیں جیسے فوجی ریکروٹ یا کیڈٹ کو جسے پریڈ سکھائی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے shout out with your left foot تو آگے قدم ڈھول کے ڈگے کی آواز پر پریڈ شروع کر دیتے ہیں۔ اور out of step نہیں ہونے پاتے۔ قبلہ محمد صدیق ڈارؒ 1972 میں سرگودھا سے بطور رانسٹرکٹر کورنگی کریک کراچی پوسٹ ہو کے تشریف لائے تو اس سے پہلے

اپریل 1972 میں راقم الحروف بنیادی ٹریڈ ٹریننگ کے لیے کورنگی کریک میں تھا۔ دسمبر 1971 المیہ مشرقی پاکستان رونما ہو چکا تھا۔ دوران جنگ "تعمیر ملت" میری نظر سے گزری اور ابتدائی دو صفحات پڑھے تھے کہ مغرب کا وقت ہو گیا اور کتاب رکھ کے مسجد چلے گئے ازاں بعد پھر وہ کتاب ملی نہ مطالعہ کر سکا۔ کورنگی کریک سکول آف الیکٹرونکس میں اتفاق سے جو انسٹرکٹر ملے وہ توحیدی تھے ان کا تعارف ان کے پیشرو استاد بطور "بزرگ" کرا چکے تھے۔ پہلے دن جب وہ کلاس میں آئے تو بڑی بڑی مونچھیں رکھے ہوئے تھے اور داڑھی غائب تھی۔ ان سے بزرگی کے حوالے سے سوال کیا تو کسی دوسرے وقت کا کہہ کا ٹال گئے۔ وہ ملتان میں منعقدہ مئی 1972 کا سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ کنونشن اٹینڈ کر کے آئے تھے اور جب ہم نے ان سے سلسلے کے تعارف پر اصرار کیا تو انہوں نے نہایت خوبصورت انداز میں تعارف کرایا بلکہ ازاں بعد تیرھویں سالانہ کنونشن کے بانی سلسلہ کے سالانہ خطبہ کی کاپی بھی مطالعہ کے لیے دی۔ ٹائٹل کے بنے ہوئے دل اور اس میں لکھے ہوئے "اللہ" نے ہی کام کر دیا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد قبلہ ڈار صاحبؒ کی پوسٹنگ کا آنجناب ہی نے بتایا کہ بابا جی انصاری صاحبؒ کے "مجاز روحانی" تشریف لا رہے ہیں۔ اس وقت تک ہم پاس انفاس شروع کر چکے تھے اور تاہنوز حلقہ ذکر میں جانا شروع نہیں کیا تھا۔ ہمارا پہلا حلقہ ذکر تھا۔ ذکر کے بعد قبلہ ڈار صاحبؒ سے بھائیوں کا تعارف کرایا گیا۔

37 سال کے مضبوط خوبصورت سمارٹ جوان اور بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا مجاز روحانی۔ آنکھوں میں چھایا ہوا ایک نشہ، چہرے اور پیشانی سے پھوٹتی نورانی لہریں اور دل موہ لینے والا انداز تکلم، سبحان اللہ۔ ویک اینڈ تھا تو کافی دیر بات چیت ہوتی رہی، ساتھ ساتھ ٹیکے لگنے کا عمل جاری رہا۔ ہم بھی مدہوش ہو کر ہی اٹھے۔ ہفتہ وار حلقہ ذکر میں جانا شروع کر دیا۔ 1972 کے سالانہ خطبہ میں قبلہ انصاری صاحبؒ نے سلسلے کی تعلیم کو عام کرنے کا فرمان جاری کیا تھا اور اس کی ابتداء ہمارے نوجوان گروپ سے ہوئی تھی جس کے سرخیل قبلہ محمد صدیق ڈارؒ تھے۔ اس

زمانے میں کراچی میں پانچ ہفتہ وار حلقہ ہائے ذکر منعقد ہوتے تھے اور ہر ماہ ایک مرکزی حلقہ ذکر بانی سلسلہؒ کے داماد جناب خواجہ فخر الحسن صاحب کے گھر ہوا کرتا تھا۔ جو بعد میں وہاں سے ماڈل کالونی کراچی میں محترم بھائی تجمل حسینؒ کے گھر شفٹ کر دیا گیا۔

کورنگی کریک سے سالار قافلہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ برادران اور طالبین سے بھری دو کوچیں لے کر مرکزی حلقہ ذکر میں شرکت کرتے تھے جہاں کل ملا کے دو سو سے اڑھائی سو افراد حلقہ ذکر میں شامل ہوتے تھے جن میں اکثریت 18 سے 20 سال کے نوجوانوں کی ہوا کرتی تھی۔ قبلہ محمد صدیق ڈارؒ حلقہ ذکر کراتے تھے تو ایک سماں بندھ جاتا تھا اور بعد میں جا کے معلوم ہوا کے آپ کا ذکر حلقے کا standard ذکر تھا۔ اور قبلہ انصاری صاحبؒ نے طریقت توحیدیہ میں قبلہ ڈار صاحبؒ کی تجویز کردہ ترمیم کے مطابق شجرہ خاندان سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو توجہ لینے سے پہلے ذکر کا حصہ بنایا تھا تا کہ سلسلہ کے بزرگوں سے فیض یاب ہونے کے بعد آخر میں مرشد سے ''توجہ'' لی جائے تو جو کیفیت بنتی تھی وہ بیان سے باہر تھی۔ آپؒ تربیت کی خاطر بعض اوقات کسی طالب کو فرما دیتے تھے کہ وہ ذکر کرائے گا۔ راقم کو ابتدا ہی میں شجرہ اور اس کی قبلہ محمد صدیق ڈارؒ والی ''ٹون'' آ گئی تھی اور اکثر یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی رہی۔

ذکر اذکار کا تسلسل، توجہ اور فیض، آداب مجالس، مرشد سے خط و کتابت اور بوقت ملاقات ملحوظ خاطر رکھے جانے والے آداب، سروس کا ڈسپلن، حصول تعلیم، مطالعہ اور بات چیت کا انداز جس طرح آپ نے سکھایا وہ انہی کا حصہ رہے گا۔ فرمایا کرتے تھے توحیدی ہمیشہ درجہ اوّل کے ہوتے ہیں یعنی ''سیکنڈ ٹو نن'' second to none امتحانات اور ٹیکنیکل سکلز میں آپ کا ثانی نہیں ہونا چاہیے۔ کام لگن سے کرو کہ یہ ملک وقوم کی بقا کا کام ہے''

عمر بھر آپؒ کی کوشش رہی کہ بانی سلسلہ کی تعلیم کو ان کی اصل سپرٹ کے مطابق رواج دیا جائے اور آپ اس پر چیک بھی رکھتے تھے اور کچھ فرق نظر آئے تو نشاندہی کے ساتھ ساتھ

توجہ سے تصحیح فرما دیتے تھے ۔حقیقی والدین سے بڑھ کر پیار وشفقت کرتے تھے ۔آپ کے گھر روحانی مجالس رات گئے تک جاری رہا کرتی تھیں بالخصوص ویک اینڈ پر معرفت کا ایک سمندر موجزن ہوا کرتا تھا اور اکثر ایسے لگتا تھا جیسے خود قبلہ انصاریؒ کلام فرما رہے ہوں ۔بانی سلسلہ بھی اپنے تاپ کے مریدوں میں آپ کا نام سب سے پہلے لیا کرتے تھے کہ کورنگی میں ''ڈار'' ہے۔

راولپنڈی میں قیام کے دوران بانی سلسلہ آپ کے گھر قیام کو ترجیح دیا کرتے تھے حالانکہ آپ کی بیٹی اور داماد کا گھر قریب ہی تھا ۔آپؒ ان سے مل کر رات قبلہ ڈار صاحبؒ کے پاس آجایا کرتے تھے ۔راولپنڈی سے آپ کی پوسٹنگ رسالپور ہوگئی اور قبلہ انصاری صاحبؒ بنوں سے لاہور تشریف لے گئے ۔اتفاق سے قبلہ ڈار صاحبؒ چھٹیوں میں اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے پھر بھی قبلہ انصاری صاحبؒ نے رات قیام اپنے چہیتے بیٹے محمد صدیق ڈارؒ کے گھر ہی فرمایا۔

جیسا کہ آپ سب بھائی جانتے ہیں آپ ایک باغ و بہار شخصیت کے مالک، خوش گفتار، نہایت محنتی ،ان تھک ،انتہائی درجے کے حسن اخلاق کے حامل، اعلیٰ ترین روحانی قوت کے مالک اور قبلہ انصاری صاحبؒ کے صف اول کے جرنیل تھے ۔مطالعہ اور کتب بینی آپؒ کا محبوب مشغلہ رہا بلکہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو بھی انتہا ہی کر دی ۔فرمایا کرتے تھے ''ذکر سے روحانیت اور فکر سے اللہ ملتا ہے'' 1975 میں راقم کو ایڈوانس کورس کے سلسلے میں کورنگی کریک بھیجا گیا ان دنوں میں عارضی ڈیوٹی کے لیے کراچی گیا ہوا تھا کہ وہیں کورس کا سگنل ملا ۔واپسی پر اپنے بیس سے کلیرنس کرائی اور رات لاہور قبلہ انصاری صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا ۔باباجیؒ نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ تو کورس کا بتایا ۔پوچھنے لگے کہاں جاؤ گے ''ڈارؒ کے پاس''؟ کہا ''جی قبلہ'' تو بانی سلسلہؒ نے فرمایا ''ہر روز ڈار سے ملا کرنا'' آمد کی رپورٹ وغیرہ مکمل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھا ''باباجی سے مل کے آئے ہو؟'' عرض کیا کہ ''جی'' ۔پوچھا کہ باباجی نے کیا فرمایا'' کہا کہ انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ آپ سے ہر روز ملا کروں'' اس پر قبلہ ڈار صاحبؒ نے فرمایا ''بچو!

پھنس گئے ہو۔۔! ہم تو بیٹھے ہی اسی لیے ہیں۔اب یہ تمہارا بندو بست ہے کہ تم ہر روز کیسے ملتے ہو؟ اس لیے کہ تم تو فیملی کے ساتھ باہر سول میں رہو گے اور حکم پر عمل کیسے کرو گے۔۔اللہ کریم کے فضل سے ایسے ہوا کہ روزانہ شام کو بلا ناغہ مجھے بیس پر حاضری کے احکام ملے چنانچہ مغرب سے پہلے ڈیوٹی ختم ہو جاتی تو آپؒ نماز کے لیے مسجد تشریف لاتے۔ملاقات ہوتی اور میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک جاتا۔اللہ نے اس مرحلے میں سرخرو فرمایا تو قبلہ ڈار صاحبؒ نے خود ہی میرے لیے کیمپ کے اندر ہی سرکاری رہائش کا بندوبست کروا دیا۔تو ہم اپنی اہلیہ کے ساتھ وہاں منتقل ہو گئے اور ٹریننگ کے اختتام تک روزانہ ملنے کا معمول جاری رہا۔شام کی مجالس رات گئے تک جاری رہتیں۔خاص کر ویک اینڈ پر۔ہم سوچا کرتے تھے کہ بھائی جان ڈارؒ صاحب تو ہمارے پاس بیٹھے رہتے ہیں تو ان کے گھر کے امور کیسے چلتے ہیں۔بچے تو چھوٹے ہیں تو بعد میں معلوم ہوا کہ اماں جی! گھریلو انتظامات کی ماہر ترین خاتون ہیں۔انہی کی مہربانی سے ڈار صاحبؒ کو اتنا وقت مل جاتا ہے کہ وہ چشمہ فیض جاری رکھے ہوئے ہیں۔نہ صرف یہ بلکہ اکثر پیر بھائیوں کی بیگمات اور اڑوس پڑوس کی خواتین بھی آپ کی خوش خلقی اور مینجمنٹ سے متاثر ہر کر تا دیر آپ کے یہاں بیٹھی رہتی تھیں۔اس طرح خواتین کو بھی اماں جی کی صورت میں ایک رہبر میسر تھیں۔

کورنگی سے آپ کی پوسٹنگ میانوالی ہوئی تو کراچی میں سیلاب آیا ہوا تھا۔یہ ایک طویل داستان ہے (پھر کبھی)۔میانوالی سے آپ کو لیبیا ڈیپوٹیشن پر بھیجا گیا تو کراچی میں سب نے آفر کیا کہ قیام ان کے یہاں ہو مگر قبلہ ڈار صاحبؒ نے فرمایا کہ "ہم عزیز عارف اور اپنی بیٹی کے پاس ٹھہریں گے" یوں یہ سعادت ہمارے حصے میں آئی۔

ہمارے گھر قیام والے دن آپ نے تہجد کے ساتھ ذکر نفی اثبات کیا۔میری اہلیہ نے وضو کے لیے مخصوص پانی کا لوٹا پانی سے بھر کے آپ کے کمرے میں رکھ دیا۔دوسرے روز آپ کی لیبیا کی فلائٹ تھی اور گورنمنٹ کی طرف سے ٹرانسپورٹ وغیرہ آئی اور آپ کو ائیر پورٹ لے گئی۔

جاتے ہوئے آپ اپنی یونیفارم کی حامل اشیاء ہمیں دے گئے جو آج تک ہمارے پاس محفوظ ہیں آپ کے تشریف لے جانے کے بعد شام کو بیگم نے بتایا کہ "آپ نے بھائی جان کی ایک خاص بات نوٹ کی؟ میں نے کہا کیا؟ تو اس نے مجھے پانی کا لوٹا دکھایا جو ابھی بھی آدھا پانی سے بھرا تھا میں نے بیوی سے پوچھا اس میں کیا خاص بات ہے تو اس نے کہا کہ بھائی جان ڈار صاحبؒ وضو کے پانی کی بھی فضول خرچی نہیں کرتے اور لگتا ہے وضو کے لیے سوا سیر پانی چاہیے ہوتا ہے اور آپ اس سے زیادہ خرچ کر کے اسراف کا ارتکاب نہیں کرتے۔

آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ آپؒ کو میرے ساتھ سب سے زیادہ پیار ہے اور یہی عالم قبلہ حضور بانی سلسلہؒ کی محبت کا خاصہ تھا۔ سبھی لوگ آپ سے علیک سلیک کے متمنی رہتے تھے اور جس سے دعا سلام بڑھی اسے ٹیکہ لگا دیا۔ ہر کام خوشی خوشی، محنت اور لگن سے کرنے کے عادی تھے۔ فارغ بیٹھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ جب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی شیرازہ بندی کی مہم پہ کام کر رہے تھے تو نہ جانے کہاں کہاں سے ڈھونڈ کے توحیدیوں کا سراغ لگایا ان سے رابطہ کیا اور دعوت کا فریضہ انجام دینے کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ مجلّے کا آغاز نامساعد حالات میں فرمایا اور کتنی محنت کی۔ اپنے ہاتھ سے مضامین لکھنا، فوٹوسٹیٹ کرا کے بھائیوں کو ترسیل و تقسیم کرا کے اور ہم سب کے سامنے، محض آپ کی کاوش کے نتیجے میں، مجلّہ "فلاحِ آدمیت" اپنی موجودہ حالت میں برادران سلسلہ کے ساتھ ساتھ، بہت سے دوسرے لوگوں کے لیے سلسلہ کی تعلیمات کے تعارف کا باعث ہے۔

گزشتہ برس راقم کا کشمیر کے دورافتادہ پہاڑی گاؤں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ رات کو صاحب خانہ کے پڑوسی ملاقات اور گپ شپ کے لیے آئے تو باتوں باتوں میں ایک نوجوان نے پوچھا کہ آپ توحیدی ہیں اور قبلہ محمد یعقوب صاحب کے مرید ہیں۔ ظاہر ہے جواب تو اثبات میں تھا۔ چنانچہ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ گاؤں کے پوسٹ آفس میں کام کرتا تھا اور وہاں

مجلّہ فلاح آدمیت ایک صاحب کے نام سے آتا ہے اور وہ پہلے پڑھ کے ان کو بھجواتا تھا یوں وہ سلسلہ اور اس کی تعلیمات سے متعارف ہے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ اس گاؤں میں اپنے چند دوستوں کو راقم ہی نے مجلّے کا اجراء کروایا تھا۔ اس کا اصل کریڈٹ تو قبلہ باباجی محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو جاتا ہے اللہ کریم آپؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی اسی جذبہ سے سرشار فرمائے کہ ہم دامے، درمے، سخنے ہر حال میں حلقے کی ترویج و اشاعت میں اپنا حصہ ملا سکیں تا کہ اصلاح معاشرہ کی یہ روحانی تحریک خوب پھلے پھولے۔

سنگ نال فقیراں دے کر لے تے یار تینوں مل جائے گا

عمر کے آخری لمحات تک مصروف عمل رہے۔ وصال سے قبل اپنی بڑی صاحبزادی باجی شگفتہ کو بلا کے باقاعدہ اپنی قبر مبارک کی جگہ مارک کی اور بیٹی سے فرمایا کہ جو جگہ ہم نے مارک کی ہے یہاں میری قبر بنا دینا مگر قبلہ انصاریؒ کی قبر مبارک کی طرح سادہ سی رکھنا۔ اہل حلقہ سے میرے جسد خاکی کے بارے میں تعارض نہ کرنا۔ وہ میری میت آپ کو نہیں دیں گے۔ یہ جگہ راستے اور گیٹ کے قریب ہے اور عوام الناس کو فاتحہ خوانی میں آسانی ہوگی۔ مرکز نئے شیخ سلسلہ کے حوالے کر دینا اور ایسا کچھ مت کرنا جیسا لاہور میں 92G ماڈل ٹاؤن میں ہوا۔ پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا۔ مرکز کی ہر ایک چیز سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی امانت اور ملکیت ہے۔ چنانچہ ہم سب شاہد ہیں جس طرح کا مظاہرہ اماں جان اور آپ کی سعادت مند اولاد صالحہ نے کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند کرے اور دارین میں سرخرو فرمائے۔ اور ہم سب کو بھی وہی جذبہ عمل عطا فرمائے تا کہ ہم ان کے مشن کو وسعت دینے میں اپنا حصہ ملا سکیں تا کہ تعمیر ملت اور فلاح آدمیت کی یہ تحریک نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام تک ترویج پائے۔ آمین۔

عیادت کی فضیلت

(پیر خان توحیدی)

اللہ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ خالق کائنات کی ان بے شمار نعمتوں میں سے تندرستی ایک عظیم نعمت ہے۔ اسی لیے اکثر یہ کہا جاتا ہے ''تندرستی ہزار نعمت ہے''۔ تندرستی انسان کیلئے اللہ کی طرف سے ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے جس کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب یہ عظیم نعمت انسان سے وقتی طور پر چھن جاتی ہے اور انسان کسی بیماری میں مبتلا ہو کر ان لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے جن سے ایک صحت مند انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ جہاں علاج معالجہ سے ایک مریض شفا پاتا ہے وہیں تیمارداری بھی اس کا بہترین علاج اور باعث اجر و ثواب ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اگر ایک شخص کو کوئی پریشانی یا بیماری لاحق ہوتی ہے تو دوسرا شخص اس کی مدد اور بیمار پرسی کے لیے آگے بڑھنا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کل وہ خود کسی بیماری یا مجبوری میں مبتلا ہو اور اسے دوسروں کی مدد حاصل کرنی پڑے۔ اس فطری ضرورت کو اسلام نے حقوق و فرائض کا درجہ دیا ہے اور ایمان کے لازمی تقاضے میں شامل کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔ اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان کی باہمی محبت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم۔ اگر ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے تاب اور بے آرام ہو جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امت مسلمہ مثل ایک جسم کے ہے اور اس کے افراد مثل اعضاء ہوتے ہیں۔ اگر جسم کا کوئی ایک عضو درد اور بیماری میں مبتلا ہو تو سارے اعضاء بے چین رہنے لگتے ہیں۔ یہی معاملہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کیلئے ہوتا ہے۔ کسی بیمار کی عیادت اور تیمارداری کی تاکید کے ضمن میں بنیادی نقطہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام انسانی معاشرے کو باہمی ہمدردی و محبت اور امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے۔

بیماری کو برا نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ ہی گلہ شکوہ کرنا چاہیے کیونکہ بیماری انسان کے گناہوں کا کفارہ اور بلندی درجات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ انسان ویسے تو صحت کی قدر نہیں کرتا لیکن جب وقتی طور پر یہ انسان سے جدا ہو جاتی ہے تب انسان کو صحت کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔ کیونکہ آنکھوں جیسی عظیم نعمت کی قدر و قیمت کسی نابینا کو، کان کی بہرے کو، زبان کی گونگے کو، پاؤں کی اپاہج اور ہاتھوں کی قدر و قیمت انکو معلوم ہوتی ہے جو ان نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح صحت کی قدر و قیمت کا انسان کو اس وقت پتا چلتا ہے جب بیمار ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے پاس اللہ کی دی ہوئی یہی تمام نعمتیں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اللہ رب العزت کا حکم بجا لائیں کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے

بیماری سے پہلے تندرستی کو غنیمت جاننا چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضوان اللہ علیہم سے فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے واقعہ ہونے سے پہلے غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، مفلسی سے پہلے تونگری کو، مشغولیت سے پہلے فرصت کو اور مرنے سے پہلے زندگی کو۔ مسلمان کی شان یہی ہے کہ جب مصیبت آئے تو صبر کرے اور جب خوشی میسر ہو تو شکر بجا لائے۔ بیماری بھی دراصل ایک نعمت ہے۔ اگرچہ آدمی کو بظاہر اس سے تکلیف پہنچتی ہے مگر یہ ظاہری بیماری روحانی بیماری کا علاج بھی ہے۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کو جو تکلیف، حزن و ملال یا غم پہنچے یہاں تک کہ کانٹا جو اس کو لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت براء ابن عاذبؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں بیمار کی مزاج پرسی جنازوں کے ساتھ جانے چھینکنے والے کے لیے یرحمک اللہ کہنے، قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم کی دادرسی کرنے، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور السلام علیکم کو عام کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری

بیمار پرسی نہ کی۔بندہ عرض کرے گا اے میرے ربّ! میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا تو تو رب العلمین ہے ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے قریب پاتا۔اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے نہ دیا بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں تجھے کیسے کھانا دیتا تو تو رب العلمین ہے۔ارشاد ہو گا کیا تجھے نہیں معلوم میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے نہ دیا اگر تو نے اس کو کھانا دیا ہوتا تو اس کو (یعنی اس ثواب کو) میرے پاس پاتا۔اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے نہ دیا اگر پلاتا تو میرے یہاں پاتا (مسلم) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی مصیبتوں کے صلہ میں اجر و ثواب عطا فرمائے گا تو وہ لوگ جن پر دنیا میں کوئی مصیبت، بیماری یا تکلیف نہیں آئی تھی وہ افسوس کریں گے کہ کاش ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیے جاتے اور آج انہیں بھی کوئی صلہ مل جاتا۔

حالت بیماری میں انسان کو بیماری پر واویلا کرنے کی بجائے بیماری پر صبر کرنا چاہیے۔ اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کرے، نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھے اور استغفار کا ورد کرے۔ کیونکہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان بیماری کی حالت میں ہائے وائے کرتا ہے یا کوئی نازیبا الفاظ منہ سے نکالتا ہے تو فرشتے اسے لکھ لیتے ہیں اور اس کے نامہ اعمال میں محفوظ کر لیتے ہیں سورۃ الاعراف آیت نمبر 205 اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے زبان سے آواز نکالے بغیر، صبح و شام اور غافلوں میں سے نہ ہونا'' سورۃ مزمل آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہوتا ہے ''اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب کو چھوڑ کے اللہ کے ہو جاؤ۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس عمل کے لیے ایک نہایت ہی آسان نسخہ تجویز کر کے توحیدی بھائیوں پر بڑا احسان کیا ہے اور وہ نسخہ ہے ''پاس انفاس'' کا ذکر۔ یہ وہ ذکر ہے جو ہر بیماری پر، پریشانی اور ہر مصیبت کے وقت بھی جاری رکھا جا سکتا ہے۔ توحیدی بھائی اس سے خوب واقف ہیں۔ دوسرے قارئین کے لیے بتانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ذکر پاس انفاس کا طریقہ

انصاری صاحبؒ نے اس طرح بتایا ہے کہ ہر سانس جو باہر نکلے یا اندر آئے لفظ اللہ دل میں اس طرح کہو کہ دل کہے اور کان سنیں ۔جلدی جلدی اللہ کہنے کے خیال سے سانس جلدی نہ لو سانس کی لمبائی قدرتی رہے ۔''اللہ'' کو سانس کے مطابق لمبا کرو ۔اندر جانے والے سانس کے ساتھ جو اللہ کہا جائے وہ دل سے شروع ہو کر ام الدماغ میں ختم ہو جائے اور باہر نکلنے والا سانس ام الدماغ سے شروع ہو کر دل میں گھس جائے اس طرح اللہ اللہ کہتے وقت یہ محسوس کرنے کی کوشش کرو کہ اللہ تمہارے اندر باہر اوپر نیچے داہنے بائیں اردگرد کے مادے اور خلا میں ہر جگہ موجود ہے ۔اور خواہش پیدا کرو کہ وہ نظر آجائے ۔کیونکہ یہ خواہش ہی محبت الٰہی کی ابتداء ہے ۔

بات ہو رہی تھی کہ بیماری کی حالت میں بجائے واویلا کرنے یا کوئی فضول بات منہ سے نکالنے کی بجائے پاس انفاس کی دولت کو اپنا شعار بنایا جائے جو اطمینان قلب کے ساتھ ساتھ بیماری سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور اگر اس حالت میں موت بھی آجائے تو گھاٹے کا سودا نہیں ۔انصاری صاحبؒ فرماتے ہیں کہ روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس کی محبت میں اس دنیا سے سفر کرتی ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے انسان کا ابدی گھر تو وہی ہے اگر وہاں آدمی مقربین میں شامل ہو جائے تو اس کو اور کیا چاہیے ۔اس لیے بیماری کی حالت میں پاس انفاس کا وظیفہ جاری رکھنا چاہیے ۔حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے ایماندار بندے کو کسی بلا میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس ابتلا میں بھی میری حمد کرے تو وہ اپنے بستر سے گناہوں سے ایسا پاک ہو کر اٹھے گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے جنا اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور مصیبت میں مبتلا کیا لیکن اس کے لیے ایسا ہی عمل جاری رکھا جیسا صحت میں تھا (احمد ۔مشکوٰۃ) ۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مریض کی بیمار پرسی کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو آزاد کرا دو ۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو وہ خرفۃ الجنتہ میں رہتا ہے ۔جب تک واپس نہیں لوٹتا ۔

عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ خزمتہ الجنتہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنت کے پھل (مسلم شریف)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی درازی عمر کے متعلق گفتگو کرو تمہاری بات اگرچہ تقدیر کو نہیں پھیرتی مگر مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔(ترمذی۔ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے وہ دریائے رحمت میں غوطہ زن ہوتا ہے۔(مالک۔احمد۔مشکوٰۃ)

سیدنا عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم مریض کے پاس جاؤ تو کہو وہ تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتے کی دعا جیسی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے تجھ کو خوشی ہو تیرا چلنا اچھا ہے تو نے جنت میں ایک بڑا مقام حاصل کرلیا ہے۔(مشکوٰۃ)۔میدان جنگ میں اکثر صحابیاتؓ نے زخمیوں کی تیمارداری اور مرہم پٹی کرکے خدمات انجام دیں۔آپ ﷺ نے بیماروں کی عیادت کو ایک فریضہ سمجھا اور اپنے بدترین دشمنوں کی بیمار پرسی ان کے گھر جا کر کی۔

مندرجہ بالا احادیث نبوی ﷺ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بیمار کی بیمار پرسی ایک نیک عمل ہے۔اس سے ہماری عاقبت سنورتی ہے، روحانی خوشی نصیب ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔البتہ عیادت کے دوران یہ خیال ضرور رکھا جائے کہ بیمار کے پاس بہت دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ اس سے اہل خانہ یا خود بیمار کے اکتا جانے کا اندیشہ ہوتا ہے بیمار کے پاس سنجیدگی سے بیٹھنا چاہیے فضول باتوں اور شوروغل سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر ہو سکے تو بیمار کے لیے کوئی تحفہ ضرور لے جانا چاہیے۔ہمارے بہت سے عزیز واقارب اور پڑوسی بیماری کی وجہ سے تکلیف میں ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ان کی مدد، تیمارداری، عیادت اور خدمت کرکے ان کی دل جوئی کریں، ان کے حقوق اور اپنا فرض ادا کریں۔

تزکیہ نفس اور اللّٰہ کی یاد

(عبدالقیوم ہاشمی)

الحمدللہ! ہم سب بھائی سلسلہ توحیدیہ سے منسلک ہیں اور یہ بہت بڑی سعادت بھی ہے ،مگر ہمیں اپنا احتساب کرتے ہوئے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ جن جلیل القدر بزرگوں سے ہم خود کو منسوب کرتے ہیں تو کیا ہم ان کے نقش قدم پر بھی چل رہے ہیں یا نہیں؟

ہمارے اکابر بزرگوں نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ اللہ ہی کو اپنا مطلوب ومقصود ٹھہرانا ہے اور اسی اللہ پہ اعتماد، بھروسہ اور اعتبار کرنا ہے اور اللہ ہی سے مدد وا ستعانت طلب کرنا ہے ۔اس ضمن میں بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی یہ آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یا تو اس آیت کو نماز میں پڑھنا چھوڑ دیں یا پھر حقیقتاً اس آیت پہ عمل بھی کریں۔ اور اسی لیے سلسلہ کا نام بھی توحیدیہ رکھا تا کہ ہم ہر معاملہ میں اللہ ہی کی طرف دیکھیں۔

اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اللہ پہ ہمارا ایمان اور یقین اس قدر کمزور کیوں واقع ہو رہا ہے حالانکہ سلسلہ توحیدیہ کی ہم بیشتر سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں ۔حلقہ فنڈ کی ادائیگی اور ہفتہ وار مجالس میں بھی جاتے ہیں ۔میری فہم کے مطابق قرآن کریم اور سلسلہ توحیدیہ کے بزرگ ہمیں جن دو امور پہ تندہی سے عمل کی تلقین فرما گئے وہ ہم نہیں کر رہے ۔جس کی وجہ سے ہمارا اخلاق اور کردار عوام الناس جیسا ہی ہے اور یہی اللہ سے مضبوط تعلق نہیں بننے دے رہا۔ وہ دو امور ہیں (۱) تزکیہ نفس سے پہلوتہی (۲) اللہ کی یاد سے غفلت اور کوتاہی۔

اخلاقی برائیوں کے لیے ہمیں کوئی محنت نہیں کرنا ہوتی بلکہ یہ خود رو جڑی بوٹیوں کی طرح بڑھتی چلی جاتی ہیں اور نفس انسانی میں اس کی جڑیں گہری سے گہری ہوتی چلی جاتی ہیں۔ جبکہ اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کے لیے بہت محنت سے کام لینا پڑتا ہے جیسا کہ مفید فصل کیلئے بہترین بیج کھاد، وقت پہ پانی دینا، زرخیز اور نرم مٹی اور موسمی حالات اور کھیت سے مضر جڑی بوٹیوں کو

تلف کرنا وغیرہ۔اسی طرح اعلیٰ اخلاق اور سیرت کے حصول کے لیے بھی مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ اور وہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں بنا کر دیا ہے۔

قد افلح من تزکیٰ و ذکر اسم ربہ فصلی اب اگر ہم اس آیت کے مفہوم کو نفی شکل میں پڑھیں تو اس کا مطلب یہ بنے گا کہ وہ شخص صلح یافتہ نہیں ہے جو تزکیہ نفس نہیں کرتا اور اللہ کے نام کا ذکر نہیں کرتا اور نماز نہیں پڑھتا۔

تزکیہ نفس کیسے کرنا ہے، جو کہ نبی کریم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے ایک اہم شعبہ ہے اس کے بارے میں بھی بانی سلسلہؒ نے بہت آسان طریقے ہمیں بتا دیے ہیں۔مطلب یہ کہ ہم اپنے اخلاق کی تطہیر کریں۔اپنے اندر سے عدم برداشت، حسد، غصہ، کینہ، نفرت، لالچ، غیبت، بدگمانی، جھوٹ جیسی برائیوں کو باہر نکالیں اور یہ تطہیر ساری زندگی جاری رہنی چاہیے۔اور اللہ والوں سے بیعت ہونے اور انکی صحبت میں بیٹھنے سے یہ مندرجہ بالا روحانی بیماریوں سے بہت جلد نجات مل جاتی ہے اور اسکی جگہ محبت، مسیحائی، رحم وکرم، رواداری، غصہ پہ کنٹرول، اور قوت برداشت میں ترقی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ایسا شخص ایک مزکی یا اللہ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔

اللہ کی یاد سے اللہ سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے کہ فاذکرونی اذکرکم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ تم کو کشف دوں گا یا کرامات ہونے لگیں گی۔بلکہ فرمایا میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور یہ مرتبہ اس وقت حاصل ہو گا جب ہم اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہیں گے۔اللہ تعالیٰ قرآن میں ہم سے مطالبہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اب ہم اپنے معاملے کو دیکھیں تو ایسی باتیں ہم میں نہیں دکھائی دے رہیں۔کثرت ذکر کیا ہے؟ اللہ والوں کے ہاں اگر 12 گھنٹے ذکر الٰہی کیا جائے تو اسے کثرت ذکر میں شمار نہیں کیا جاتا۔البتہ 12 گھنٹے ایک سیکنڈ کو کثرت ذکر میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات پہ ہمارا اعتبار کم اور کسی تعویز اور جادو ٹونے پہ یقین زیادہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتے ہیں۔ایمان ویقین کی شاہراہ کی طرف آؤ گے تو ضرور آزمائے جاؤ گے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155) الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ (156) أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

ترجمہ: اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ''ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے''۔انہیں خوشخبری دے دیں۔ان پر انکے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی ،اسکی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہی بات اللہ تعالٰی سورۃ عنکبوت میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائیگا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

اب اللہ کی نازل کردہ آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلنے کا طریقہ بھی اللہ رب العزت ہمیں سکھا رہے ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَعِيْنُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِيْن.

ترجمہ :اے لوگو! جو ایمان لاتے ہو صبر اور نماز سے مدد لو۔اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

چنانچہ ایسے موقع پر ہمیں پھر یادِ الٰہی اور قوت برداشت ہی سے کام لینا ہو گا تب جا کر ہم اللہ کی رحمتوں ،نعمتوں فلاح یافتہ یا ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہو نگے۔لہٰذا تزکیہ نفس اور اللہ کی یاد ہی سے یہ سب حاصل ہو گا۔یہ وہ تعلیم ہے جو بانی سلسلہ توحیدیہ اور قبلہ ڈار صاحب ہمیں تلقین فرمایا کرتے تھے۔اس پر عمل سے ہی ہم اللہ کے قرب کے حقدار بن سکتے ہیں ورنہ جیسے ہمارے حالات ہیں ویسے ہی رہیں گے۔اللہ تعالٰی ہمیں ان زندگی بخش تعلیمات پہ عمل کی توفیق عطا کریں

آمین !یا ربّ العلمین .

روح کی خوشبو کے مشاہدات

(محترم سلطان بشیر محمود)

موت کے حوالہ سے میں ایک ایسے نفس کے متعلق بتاؤں گا جسے مصنف کی اپنی ذات سے بھی گہرا تعلق ہے اور وہ ذاتی طور پر ان تمام واقعات کا گواہ ہے۔حیات بعد الموت کے مضمون پر اس کی اس قدر دلچسپی کا باعث بھی یہی وجہ بنی ۔ اپنی کتاب "روح کی خوشبو" (راولپنڈی 1983ء) میں لکھتے ہیں:۔

"یہ روح میرے والد محترم چوہدری محمد شریف خان کی تھی جو 1981ء کو حج کے بعد بارہ ذوالحجہ کو خانہ کعبہ میں طواف الوداع ادا کرتے ہوئے تیسرے چکر پر حطیم شریف کی دیوار کے پاس فوت ہو گئے تھے۔وہیں سے ان کے ساتھی ان کے مردہ جسم کو اٹھا کر منیٰ کیمپ میں لے آئے جہاں وہ میری والدہ صاحبہ کے ساتھ عارضی طور پر رہائش پذیر تھے۔لوگوں کے ہجوم نے محسوس کیا کہ کیمپ میں ایک عجیب خوشبو پھیل گئی ہے جس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔علماء کا خیال تھا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص بندہ فوت ہو جائے تو آسمان سے فرشتے اس کیلئے خوشبو کا لباس لے کر اترتے ہیں اور شاید یہ خوشبو بھی کسی ایسی ہی وجہ سے تھی۔والد صاحب کی میت کو نہلانے دھلانے کے بعد سعودی حکام کے سپرد کر دیا گیا اور وہ مکہ مکرمہ کے جنت المعلیٰ میں دفن کر دیے گئے لیکن ساتھیوں کا بیان ہے کہ وہی مسحور کن عجیب خوشبو بعد میں بھی گاہے بگاہے ان کے منیٰ کیمپ میں آتی رہی۔تیرہ ذی الحج کو جب ان کے ساتھی مکہ مکرمہ میں ان کی رہائش گاہ پہنچے تو وہاں بھی اسی خوشبو نے ان کا استقبال کیا۔

۱۷ذی الحج کو جب والدہ صاحبہ بذریعہ PIA کراچی پہنچیں تو میں ان کو لینے کیلئے ایئرپورٹ پر موجود تھا۔ساتھی حجاج نے مجھے خوشبو کے یہ تمام واقعات بتائے لیکن مجھے یقین نہیں آیا

کراچی سے لاہور تک ہمارا سفر خیبر میل کے ایئر کنڈیشنڈ ڈبے میں تھا۔ میں والدہ صاحبہ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا میرے والد صاحب کے ساتھی بھی اس ڈبے میں تھے۔ انہی میں سے ان کے سگے بھانجے چوہدری محمد اسلم خان، ان کے صاحبزادے تمیز الدین اور ان کی اہلیہ بھی تھیں یہ سب لوگ حج کے دوران بھی ساتھ تھے۔ ریل گاڑی روانہ ہوئے کوئی گھنٹہ گزرا ہوگا کہ حیدرآباد کے قریب خوشبو کا ایک جھونکا آیا جس کی مثال دینا مشکل ہے، میں حیران ہوکر ابھی سوچ ہی میں تھا کہ حاجی اسلم صاحب نے اعلان کیا کہ ڈبے میں چوہدری صاحب کی روح موجود ہے۔ لاہور پہنچتے پہنچتے چار مرتبہ یہی منظر پیش آیا۔ جب لاہور پہنچے تو رشتہ داروں کا ایک ہجوم گھر میں جمع تھا فاتحہ کیلئے بیٹھے تو سب نے محسوس کیا کہ جیسے چوہدری صاحب کی روح اپنے دوستوں سے فرداً فرداً مل رہی ہے۔ بحیثیت سائنس دان میں نے ان تمام واقعات کو سائنسی انداز میں پرکھنا شروع کیا اور باقاعدہ ریکارڈ تیار کرنا شروع کر دیا جس میں خوشبو کا وقت، وقفہ، ہیت، گواہن اور دیگر ضروری کوائف درج کر لئے جاتے تھے۔ اس طرح کراچی سے لے کر اگلے چار پانچ ماہ تک جب تک یہ واقعات پیش آتے رہے ہیں ان کا سائنسی انداز میں تجزیہ کر کے ریکارڈ تیار کرتا رہا اور بعد میں ایک کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ جب ہم ان کا ذکر کرتے تو وہ وہاں پہنچ جاتے۔ 13فروری 1982ء کا ذکر ہے کہ اسلام آباد اپنے گھر میں رات کے وقت میں نے محسوس کیا جیسے میرے اوپر کوئی لحاف ٹھیک کر رہا ہے جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرہ اسی جانی پہچانی خوشبو سے بھرا ہوا تھا اور ایک مدھم روشنی کا انسان نما جسم کمرے سے باہر جا رہا تھا میں نے ان کا پیچھا کیا لیکن ڈرائنگ روم تک پہنچنے پر ایسے لگا جیسے وہ بند دروازوں سے گزر کر باہر چلا گیا ہے۔

روح کی خوشبو کے واقعات کا سلسلہ تقریباً مارچ 1982ء تک چلتا رہا اور پھر اچانک بند ہوگیا، جس پر ہماری والدہ سمیت تمام بھائی بہن حیران بھی تھے اور پریشان بھی کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ کوئی تین ماہ بعد لاہور میں وہ ہمارے ایک پڑوسی عبدالرحمٰن نامی کی بیگم صاحبہ کو خواب میں

نظر آئے لیکن اس دفعہ ان کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی، منہ ٹیپ سے بند کیا ہوا تھا اور ان کے ساتھ دو آدمی تھے جنہوں نے انہیں پکڑا ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن صاحب کی بیگم نے عالم خواب میں ہی گھبرا کر پوچھا کہ کیا ہوا ہے؟ تو ان کے ساتھیوں نے بتایا کہ اس آدمی نے تمہیں ایک بار برا بھلا کہا تھا اور یہ اسی گناہ کی پاداش میں پکڑے گئے ہیں اور اب تم ہی اسے معاف کر سکتی ہو۔

واقعہ یوں تھا کہ والد صاحب پنچایت کے ذریعہ لوگوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ 1972ء کی بات ہے کہ مذکورہ عبدالرحمٰن اور ان کی بیگم اپنے ایک کرایہ دار کے خلاف جھگڑا لے کر ان کے پاس آئے۔ اگرچہ قصور کرائے دار کا ہی تھا لیکن والد صاحب نے وقتی مصلحت کی خاطر بیگم عبدالرحمٰن سے کہا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اور پنچایت میں اسے ڈانٹ دیا جس پر وہ بیچاری اپنی مجبوری کے باعث بہت پریشان ہوئی اور روتی رہی۔ اس واقعہ کے دس سال بعد جب والد صاحب کی وفات ہوئی اور قبر میں حساب کتاب ہوا تو حقوق العباد کی اس کوتاہی پر وہ پکڑے گئے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں بیگم عبدالرحمٰن صاحبہ سے معافی مانگنے کی مہلت دی، کہ جاؤ اگر وہ بخشتی ہے تو ٹھیک ورنہ قیامت تک ایسے ہی رہو گے۔ یہ بات سن کر بیگم عبدالرحمٰن کی آنکھ کھل گئی اور دونوں میاں بیوی نے اللہ تعالیٰ کے سامنے رو رو کر انہیں معاف کر دیا۔ اگلے دن پھر وہ خواب میں نظر آئے لیکن اب کے وہ آزادانہ اور خوش خرم تھے۔ انہوں نے بیگم عبدالرحمٰن کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ ان کے گھر جا کر یہ واقعہ بتائیں اور خوشخبری بھی دیں کہ میرے ربّ نے مجھے معاف کر دیا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ وہ عصر کی نماز کے وقت خوشبو کی شکل میں گھر آئیں گے۔ چنانچہ والدہ صاحبہ اور میرے بہن بھائی جو اس وقت لاہور میں تھے اکٹھے ہو گئے۔ عین عصر کی اذان کے ساتھ ہمارا گھر ان کی روح کی مخصوص خوشبو سے بھر گیا۔ اس واقعہ کے بعد خوشبو کے ذریعے ان سے ملاقات کا سلسلہ کم سے کم ہوتا گیا اور پھر ختم ہو گیا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ دوسرے جہاں کی مصروفیت میں اس قدر مگن ہیں کہ ان کے پاس آنے کا وقت نہیں"۔

میں نے ان واقعات سے متاثر ہو کر اس مسئلے پر مزید تحقیق شروع کر دی اور معلوم ہوا

کہ والد صاحب کی روح کی خوشبو جیسے واقعات کچھ دیگر ہستیوں کو بھی پیش آئے ہیں۔بعض لوگوں نے خطوط کے ذریعے مجھے اطلاع دی جو سب میرے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔1983ء میں "روح کی خوشبو" کے نام سے میری لکھی گئی کتاب میں ان میں سے کچھ واقعات درج ہیں۔ یہ تمام واقعات اس بات کا کھلا اور زندہ ثبوت ہیں کہ موت کے بعد انسانی نفس زندہ رہتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ روح کی خوشبو کے واقعات ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جنہیں عام اصطلاح میں غیر مسلم کہا جاتا ہے۔مثلاً جیمز وان پراگ (USA) اپنی کتاب Talking with Heaven میں لکھتے ہیں کہ ان کے مشاہدات و تجربات میں یہ بات کئی دفعہ آئی ہے کہ روحیں اپنے ہونے کا ثبوت بذریعہ خوشبو دیتی ہیں۔دراصل معصوم ارواح مشرق و مغرب ہر ایک معاشرہ میں پائی جاتی ہیں۔کافر تو تب ہوتے اگر وہ جان بوجھ کر اسلام کو رد کرتے۔اگر کسی بھی فرد کو ذاتی طور پر حکمت سے اسلام پیش ہی نہیں کیا گیا تو اسکا حساب تو اپنے طور طریق پر ہی ہوگا۔ بیشک جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے کہ وہ کسی کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر ٹیسٹ میں نہیں ڈالتا۔**لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا**۔۔"

روحوں کے متعلق مزید مشاہدات:

پاک بھارت جنگ 1965ء اور جہاد افغانستان میں بعض شہداء کے واقعات بھی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہیں کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور شعوری حالت میں آزادی سے کائنات میں سیر کرتے ہیں۔ان شہداء پر کچھ چشم دید گواہوں نے کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں دیئے گئے واقعات پر شک کی کوئی وجہ نہیں۔مشہور دانشور اور بیوروکریٹ مرحوم قدرت اللہ شہاب صاحب کی خودنوشت "شہاب نامہ" میں بھی ان کے ساتھ پیش آنے والے نفوس کے واقعات درج ہیں جو پڑھنے کے قابل ہیں۔یہ نفوس وہ ہیں جو مسلمان نہیں تھے اور زمین پر حسرت و یاس کی حالت میں بھوت بن کر بھٹکتے پھرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی کتاب "روحوں کی دنیا" بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جس میں انہوں نے اپنی تحقیق کے مطابق عالم برزخ میں کئی سعید روحوں کے واقعات لکھے ہیں۔ حضرت گنج بخش علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب میں بھی عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کے بعض ولیوں کی زندگی کے حالات بتائے گئے ہیں۔ مشہور زمانہ سیاح ابن بطوطہ نے چودھویں صدی عیسوی میں اپنے سفرنامہ میں بھی کچھ بزرگوں کی روحوں کے بڑے حیرت انگیز واقعات لکھے ہیں جو پڑھنے کے لائق ہیں۔

خود ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جنگ بدر کے چند سال بعد جب مقام صفرا سے گزر رہے تھے تو تمام صحابی حیران رہ گئے کہ ماحول میں خوشبو ہی خوشبو چھا گئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہید بدر جناب عبیدہ بن حارثؓ کی روح ہم سب کو خوش آمدید کہہ رہی ہے۔ جناب عبیدہؓ وہاں ہی دفن ہیں۔ روحوں کے متعلق ایسے ایسے واقعات اور مشاہدات سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چہ حیات بعد الموت اور ارواح کے واقعات روزمرہ کے شواہد تو نہیں لیکن یہ سب بالکل انہونی بات بھی نہیں کہ اسے صرف ایک عقیدہ کہا جائے بلکہ ہر زمانہ میں ہر مذہب کے لوگ اور آج کل کے کچھ جدید سائنس دان بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا نفس (Spirit) زندہ رہتا ہے۔ موت کے بعد والی حیات میں شعور ہوتا ہے، اس میں خوشی ناخوشی، اطمینان اور یاس وحسرت بھی کچھ ہے لیکن ان کا دارومدار اس پر ہے کہ اس فرد نے دنیاوی زندگی کیسے گزاری تھی۔ بے شک:

"بڑی بابرکت ہے وہ ذات پاک جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور وہی عزت والا، بخشنے والا ہے"۔ (سورۃ الملک 1،2)

دل کی زندگی

(نگہت ہاشمی)

دل کیا ہے؟ دل تو بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی رعایا۔ بادشاہ حکم دیتا ہے تو رعایا اس کے حکم پر چلتی ہے۔ رعایا کے مقابلے میں بادشاہ بڑا محسوس ہوتا ہے، ایسے لگتا ہے قوی ہے، مضبوط ہے، آزاد ہے مگر عملاً ایسا نہیں ہے۔ یہ بادشاہ اپنے اندر آنے والے خیالات کا قیدی ہے۔ یہ خیالات دل کو اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں، سارے فیصلے انہی خیالات کے مطابق ہوتے ہیں ان خیالات کو وسوسے کہیں یا خواطر، یہ ہوتے بہت قوی ہیں، دل ان کی گرفت سے آزاد نہیں ہوتا قیدی بادشاہ وسوسوں کی گرفت میں دن بدن کمزور پڑتا جاتا ہے حتیٰ کہ مُردہ ہوجاتا ہے۔ دل کی اس کیفیت کے بارے میں اہل علم نے غور و فکر کیا ہے۔ دل کیسے مُردہ ہوتا ہے؟ کیا دل کی زندگی ممکن ہے؟ دل کیسے زندہ ہوتا ہے؟ کیا شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے بچنے کیلئے فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کافی ہے یا کچھ اور کوشش کرنے کی بھی ضرورت ہے؟۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ دل کیسے مردہ ہوتا ہے؟ تو دل وسوسوں سے، خیالات سے پہلے متاثر ہوتا ہے۔ پھر ان وسوسوں کی قید میں یہ دل آہستہ آہستہ مردہ ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ زندگی فطرت کے مطابق جینے سے برقرار رہتی ہے اور اس دل کی فطرت میں ہے کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ تعلق محسوس کرے، اس کی بادشاہت کو تسلیم کرے۔ شیطان کی طرف سے ڈالا جانے والا وسوسہ بندے اور ربّ کا تعلق کاٹتا ہے۔ یہ تعلق جتنا کمزور پڑتا ہے دل اتنا ہی بیمار ہوتا چلا جاتا ہے۔ ربّ کے رشتے کا ٹوٹ جانا ہی دل کی موت ہے۔ یہ ٹوٹتا رشتہ دراصل دل کی موت کی علامت ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا دل کی زندگی ممکن ہے؟ دل کی زندگی کے امکانات موجود ہیں۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''ابن آدم کا دل جب ذکر سے خالی ہوتا ہے تو شیطان اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے تو دُبک کر بھاگ جاتا ہے۔''

تیسرا سوال یہ ہے کہ دل کیسے زندہ ہوتا ہے؟ ربّ العزت نے فرمایا:

اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُم بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد آیت:۲۸)

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لائے، ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ خبردار! اللہ کی یاد (ذکر) میں ہی دلوں کا اطمینان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کرنے والی چیز ہے اور دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ذکر کی وجہ سے وسوسوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اہل علم کے اس بارے میں پانچ گروہ ہیں:

پہلے گروہ کا یہ خیال ہے کہ ذکر کرنے سے واقعی وسوسوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، شیطان اپنی حرکتیں ختم کر دیتا ہے یعنی شیطان کو موقع نہیں ملتا کیونکہ قرآن حکیم میں بھی یہی بات آتی ہے کہ انسان جب اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے اور چھپ جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کا حکم دیا، ربّ کی پناہ مانگتا ہے تو ربّ پناہ دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ (ابن عدی، ابن ابی الدنیا)

''جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو شیطان چھپ جاتا ہے۔''

خنس کا مطلب ہے سکوت، خاموش یعنی انسان جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پھر ایک دفعہ سکوت

طاری ہوجاتا ہے، یعنی شیطان کی activity ختم ہوجاتی ہے۔

دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ ذکر سے وسوسے تو ختم نہیں ہوتے لیکن ان کی تاثیر ختم ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں دل مصروف ہوتا ہے تو دل کے اندر وسوسہ قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، ختم نہیں ہوتی۔وسوسہ قبول کرلیتا ہے لیکن اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو اثر ذکر کے بغیر دل پر ہوتا ہے۔

اسی طرح سے تیسرا گروہ کہتا ہے کہ ذکر سے نہ وسوسہ ختم ہوتا ہے، نہ اس کا اثر زائل ہوتا ہے۔دل کے اندر وسوسہ بھی موجود ہے، اثر بھی موجود ہے، پھر ذکر سے کیا فائدہ؟ شیطان کا غلبہ ختم ہوجاتا ہے یعنی وہ انسان کو کنٹرول نہیں کرسکتا لیکن اپنا کام جاری رکھتا ہے۔

چوتھے گروہ کا خیال ہے کہ ذکر سے وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور وسوسے سے ذکر کا اثر معدوم ہوجاتا ہے۔یہ دو عجیب باتیں ہیں۔وسوسہ ختم تو ہوجاتا ہے لیکن ذکر کی بھی وہ صورت باقی نہیں رہتی۔یعنی ذکر میں وہ لطف، وہ تاثیر، یا اثر بھی باقی نہیں رہتا، ذکر کی وہ کیفیت باقی نہیں رہتی کبھی آپ کے ساتھ ایسا ہوا کہ آپ نے ذکر کرنا شروع کیا ہو اور بیچ میں ہی بھول گئے ہوں کہ آپ کیا ذکر کررہے تھے؟ ایسا ہوتا ہے ناں! تو یہ وسوسے کے اثر سے ہے۔شیطانی وساوس کے اثر سے ہے کہ انسان ایک طرف ذکر کررہا ہوتا ہے اور دوسری طرف وسوسے آرہے ہوتے ہیں۔وسوسے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ذکر کرنے سے ہی انسان رک جاتا ہے۔

پانچویں گروہ کا خیال ہے کہ وسوسہ اور ذکر دونوں کبھی نہیں ختم ہوتے، دونوں موجود رہتے ہیں، دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ جاری رہتا ہے۔جس طرح انسان اپنی آنکھ سے ایک وقت میں کئی چیزیں دیکھ لیتا ہے، اسی طرح ایک وقت میں دل میں وسوسے بھی رہتے ہیں اور ذکر کا بھی اثر ہوتا رہتا ہے۔حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہر بندے کی چار آنکھیں ہوتی ہیں، دو سر میں، جن سے وہ اپنے دنیاوی معاملات کو دیکھتا ہے اور دو دل میں جن سے وہ اپنے دینی اُمور کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی محاسبہ کرتا ہے۔'' (ابو منصور دیلمی)

دراصل یہ بصیرت کی آنکھیں ہیں، اندر کی روشنی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے دینی حالات کا یا اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اندازہ لگاتا رہتا ہے، یا اپنے نفس کی خرابیاں یا اپنے اندر کی خرابیاں دیکھتا رہتا ہے۔

معلوم ہوا کہ وسوسہ محض ایک خیال نہیں ہے۔ وسوسہ پورا عمل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وسوسے سے انسان کی زندگی کے اندر تبدیلی آسکتی ہے۔ وسوسہ اثر انداز ہونے والی چیز ہے، وسوسے سے وقتی طور پر کسی حد تک انسان بچ جاتا ہے مکمل طور پر ذکر بھی بچا نہیں پاتا کیونکہ ذکر کی وجہ سے انسان کچھ نہ کچھ اپنے حالات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتری کر لیتا ہے لیکن اگر انسان کا شعور alert نہ ہو، اگر انسان پوری طرح اپنے پیچھے نہ ہو تو وسوسے بڑھ جاتے ہیں اور ذکر آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وسوسے کو کنٹرول کرنے کی کوششیں نہ کی جائیں تو ذکر کا اثر بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ذکر کے اندر کثرت وشدت آجائے تو وسوسے کم ہو جاتے ہیں۔

ہر عملِ شر کا آغاز جس وسوسے سے ہوتا ہے وہ وسوسہ انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، انسان کو برائی کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ انسان کا پورا style ایک خیال یا وسوسہ تبدیل کر کے رکھ سکتا ہے۔ اس لئے وسوسہ کے معاملے کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ وسوسہ کہتے کسے ہیں؟ Repeatedly آنے والے خیال کو۔ برا خیال وسوسہ ہے اور نیکی کا جو خیال ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو رغبت ہے، اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے، یہ الہام ہے۔ دل کے اوپر القاء ہونے والا خیال۔ یعنی خیال یا تو رحمٰن کی جانب سے ہوتا ہے یا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رحمٰن کی طرف سے ہو تو انسان نیکیوں کی طرف بھاگتا ہے اور شیطان کی جانب سے ہو تو انسان کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جاتی ہے۔ وسوسہ تو بیڑی کی طرح ہے کہ انسان کے پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں۔ انسان آگے نہیں بڑھ سکتا، وہ اگر پیچھے نہ بھی جانا چاہے تو نیکی کے کام سے رُک ضرور جاتا ہے۔ وسوسہ انسان کو ربّ کے تعلق سے روکتا ہے۔ نیکی کرنے سے روکتا ہے۔ وسوسہ انسان کیلئے زہر قاتل ہے۔ وسوسہ انسان کے اندر نیکیوں کو اس

کے اندر خیر کو delete کرنے کیلئے سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔

شیطان کے وسوسوں سے وہی alert رہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والا، ڈرنے والا ہوتا ہے۔ اسے جب کوئی وسوسہ چھوجاتا ہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا، وہ تو وسوسے کے موقع پر ذکر کرنا بھی بھول جاتا ہے۔ نماز کے وقت جو وسوسے آتے ہیں تو انسان کو یہ نہیں پتہ چلتا کہ میری کون سی رکعت ہے اور میں نے ابھی پچھلی رکعت میں کیا پڑھا ہے؟ اور اب کیا پڑھنا ہے اور یہ بھی بھول جاتا ہے کہ میں نے دو سجدے کیے ہیں یا ایک؟ یہ بھول جانے کے معاملات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ شیطان کے وسوسے سے بچنے کے لئے ذکر کی ضرورت اپنی جگہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے۔ شیطان اپنی شرارت، اپنے وسوسے، اپنے فتنے سے کسی کو محفوظ نہیں رہنے دیتا، وہ اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی طرف سے efforts جاری رکھتا ہے۔ اس لئے ذرا سی توجہ ہٹی تو شیطان اپنا وار کر جائے گا، وہ چھوڑے گا نہیں۔ اپنے دل کو وسوسوں سے پاک کرنے کیلئے اپنے دل کو شیطان کے وار سے بچانے کیلئے ہمیں خود کوشش کرنی ہوگی۔ کوشش کے طریقے، دُعا، ذکر، اللہ تعالیٰ کی پناہ اور پھر بچاؤ کو اختیار کرنا، خیال کو جھٹکنا اور نفس کو جھڑکنا، ڈانٹنا اور اسکو ایسا جواب دینا جس کی وجہ سے وہ شیطان کے جھانسے میں نہ آئے، دل کی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ بنیادی بات اس دل کو زندہ کرنا ہے۔ دل کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے، علم کا دل پر اثر انداز ہونا، علم اثر انداز بھی تبھی ہوگا جب دل زندہ ہوگا۔

دل مُردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

اُمید و رجاء کیلئے تین باتیں

(امام ابنِ قیم الجوزیہ)

یہ امر سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز کی اُمید و رجاء کیلئے تین چیزیں لازم اور ضروری ہیں:

اوّل: اس چیز کی محبت،

دوم: اس کے فوت ہونے کا خوف و اندیشہ، اور

سوم: اس کے حصول کی حتی الامکان کوشش

جس اُمید و رجاء میں یہ تین باتیں نہ ہوں، وہ محض امانی، یعنی خیالی آرزو کے اور کچھ نہیں۔ظاہر ہے کہ اُمید و رجاء اور چیز ہے، اور امانی و آرزو دوسری چیز۔ ہر صاحب اُمید و رجاء اپنی مطلوب چیز کے فوت ہونے سے خائف رہتا ہے، اور مسافر جب سفر کا راستہ طے کرتا ہے تو اسے دورانِ سفر میں منزل تک پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ وہ اپنی رفتار تیز کر دیتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص منزل تک پہنچنے سے ڈرتا ہے، وہ پچھلی رات ہی سے سفر شروع کر دیتا ہے اور جو پچھلی رات سے سفر شروع کر دیتا ہے، منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ کا دیا ہو سامان بہت قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سامان جنت ہے۔'' (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ رکھنے والوں کیلئے اُمید و رجا کو ضروری گردانا ہے۔ اسی طرح ان کیلئے خوف اور ڈر بھی لازم قرار دیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ خوف و رجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ عمل صالح موجود ہو۔ سورہ المومنون آیت: ۵۷ تا ۶۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جولوگ اپنے پروردگار کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، جولوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں،اوراپنے ربّ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جتنا کچھ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے،اس میں سے پروردگار کی راہ میں دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دلوں کو اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ انہیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔یہی لوگ نیکی کے کاموں کی طرف (دوڑتے ہیں) جلدی کرتے ہیں اوران کاموں میں سبقت لے جاتے ہیں۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! ''ایسے لوگ کون ہیں؟ کیا وہ لوگ جو شراب پیتے اور زنا اور چوری کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے صدیق کی بیٹی! نہیں ایسے لوگ نہیں، بلکہ وہ لوگ جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صدقہ بھی دیتے ہیں پھر بھی خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد نہ ہو جائیں۔یہی لوگ نیکی اور بھلائی کاموں میں جلدی کیا کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل سعادت کی توصیف وتعریف ان کے احسان و نیکی ، اور خوف الٰہی ، اور شقی و بد بخت لوگوں کا ذکر ان کے گناہ اور ان کی بے خوفی کے ساتھ فرماتا ہے۔ کوئی صاحبِ بصیرت اگر صحابہ کرامؓ کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ اعمال صالحہ سے کس درجے مزین تھے،اس کے باوجود کسی درجے اللہ سے ڈرتے تھے اور ہم باوجود انتہا درجے کی تقصیر و کوتاہی کے کس قدر بے خوف اور نڈر بنے ہوئے ہیں۔یہ ہماری کس قدر غلط فہمی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو خشیت الٰہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے رہتے اوران کے جسم میں ذرّہ بھر جنبش نہ ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ آپؓ کے سامنے ایک پرندہ لایا گیا۔آپؓ نے اسے ہاتھ میں پکڑا اور اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر فرمایا کہ اس وقت تک کوئی جانور شکار نہیں بنتا ،اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا، جب تک کہ وہ تسبیح الٰہی کو ترک نہ کردے۔جب صدیق اکبرؓ کی اس دنیا سے رحلت کا وقت آیا

تو آپؓ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے فرمایا کہ اے بیٹی ! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے یہ چیزیں ہیں: ایک عبا، ایک دودھ دھونے کا پیالہ، ایک غلام، آپ ان چیزوں کو جلد از جلد عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچادو۔ اور فرمایا: اے کاش! میں درخت ہوتا کہ مجھے جانور کھاتے اور پھر کاٹ دیا جاتا۔ کاش! میں سبز گھاس ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا لیتے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک مرتبہ سورہ طور پڑھنا شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے: اِنَّ عَذَابَ ربک لواقع (الطور ۵۲:۷)

ترجمہ: ''تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہوکر رہے گا۔'' اسے پڑھتے ہی شدت سے رونا شروع کردیا، یہاں تک کہ آپؓ اس قدر بیمار ہوگئے کہ لوگ عیادت کیلئے آنے لگے۔ پھر جب آخری وقت آیا تو اپنے بیٹے سے کہا کہ میرے رخسار زمین پر رکھ دو، شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے، نیز فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں غارت ہوگیا۔ یہ کلمات آپؓ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اسکے بعد آپؓ کی روح پرواز کرگئی۔

حضرت عمرؓ فاروق معمولاتِ شب میں روزانہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ آیاتِ وعید پر اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی اور دنوں تک گھر میں پڑے رہتے، اور لوگ بیمار سمجھ کر عیادت کیلئے دوڑ آتے۔ خوف الٰہی سے آپؓ اس قدر رویا کرتے تھے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپؓ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ملکہ فتوحات عطا فرمائیں، آپؓ نے بڑے بڑے شہر آباد کیے اور یہ کیا، وہ کیا تمام چیزیں گنوائیں۔ اس پر آپؓ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ میری نجات ہوجائے، نہ مجھے اجر ملے، نہ بارِ گناہ مجھ پر لادا جائے۔''

حضرت عثمانؓ بن عفان کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپؓ کی ریش مبارک تر ہو جاتی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہمہ وقت روتے رہتے، یہاں تک خوف الٰہی سے نڈھال ہوجاتے دو باتوں سے خصوصاً ان کا خوف حد سے بڑھ جاتا تھا:

۱۔ طول امل، یعنی دنیوی زندگی کی بڑی بڑی اُمیدیں

۲۔ خواہشات کی پیروی

فرمایا کرتے کہ طول امل آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا دنیا پیٹھ دے کر بھاگ رہی ہے اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آ رہی ہے۔ لوگ ان دونوں کے بال بچے ہیں، دنیا کے بھی اور آخرت کے بھی۔ تم آخرت والے بنو، دنیا والے نہیں۔ آج عمل کا دن ہے، یوم حساب نہیں، کل حساب ہوگا، عمل نہیں۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھے اس بازپرس کا خوف ہے کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا، اس پر کس قدر عمل کیا؟ اور فرمایا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے، تمہیں اگر معلوم ہو جائے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو، اور گھروں میں نہ رہو، بلکہ پہاڑوں کی طرف نکل بھاگو اور روتے ہی رہو۔ اے کاش! میں درخت ہوتا، کاٹا جاتا، کھالیا جاتا۔ صحابہ کرامؓ جو کثرت خوف الٰہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے رہتے تھے۔

حضرت عمرؓ ابن الخطاب، حضرت حذیفہؓ سے کہتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے منافقوں میں نام جو آپ کو بتائے ان میں میرا نام تو نہیں تھا؟ وہ کہتے ”نہیں“، لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی پیش نہیں کرونگا“۔

شکر

(مولانا امین احسن اصلاحی)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارے تعلق کی سب سے پہلی بنیاد شکر ہے۔ شکر کا تعلق دل سے بھی ہے، زبان سے بھی ہے اور عمل سے بھی ہے۔ دل کا شکر یہ ہے کہ آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں، اس کے بے نہایت احسانات اور اس کے ان گنت انعامات کے احساس واعتراف کے جذبہ سے اس طرح لبریز رہے، جس طرح ایک دودھیل بکری کا تھن دودھ سے لبریز رہتا ہے۔ یہ تمثیل ہم نے محض تمثیل کے مقصد سے نہیں اختیار کی ہے بلکہ لفظ شکر کی لغوی حقیقت بھی کچھ اس سے ملتی جلتی ہے۔ دل جب اللہ تعالیٰ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز رہتا ہے تو جس طرح ذرا سی حرکت سے ایک لبریز ساغر چھلک جایا کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہر چھوٹی یا بڑی نعمت کی یاد اور اس کے مشاہدہ سے بندے کی زبان سے شکر کا کوئی کلمہ چھلک پڑتا ہے۔

جس شخص کا دل اس طرح اللہ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز رہے اس کا اثر لازمی طور پر اس کے اعمال پر بھی پڑتا ہے۔ اس کو ہر وہ عمل دل سے محبوب ہو جاتا ہے، جس سے اس جذبے کو تسکین حاصل ہو سکے، اور اسی کے برابر اس کو ہر اس عمل سے نفرت ہو جاتی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی کسی ظاہری یا باطنی نعمت کی ناقدری ہو رہی ہو۔ کسی نعمت کی قدر کا حقیقی احساس اگر آدمی کے اندر موجود ہو تو وہ اس بات پر کبھی راضی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس نعمت کو اپنے حقیقی منعم ہی کے منشاء کے خلاف استعمال کرے۔ اگر ایک کرم فرما ہمیں ایک ٹارچ عنایت کرے کہ ہم اس کی مدد سے اندھیرے کی ٹھوکروں سے بچ سکیں، ایک تلوار عنایت کرے کہ دشمن کے خطرات کی مدافعت کر سکیں، ایک سواری عنایت کرے کہ پیدل چلنے کی مشقت سے بچ سکیں تو کوئی انتہائی درجے کا

کمینہ ہی ہوگا جوان سارے اسباب و وسائل کو اسی کرم فرما کے گھر پر حملہ اور اسی کے زن و فرزند کو قتل کرنے میں استعمال کرے جس نے یہ اسباب و اسلحہ اس کو عنایت فرمائے! اسی طرح جس بندے کے اندر ان نعمتوں کا سچا احساس ہوتا ہے، جو اللہ نے اس کو عنایت کی ہیں وہ اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوتا کہ ان نعمتوں کو وہ شیطان کی مقصد برآری میں صرف کرے۔ اسی عنایت کی طرف حضرت عائشہؓ نے اپنے اس خط میں اشارہ فرمایا ہے، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ "جس شخص پر انعام ہوا ہو اس کے اوپر کم سے کم جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس انعام کو اسی کی نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے جس نے وہ انعام اس پر کیا ہے"۔

اس شکر کے جذبے کو صحیح طور پر بیدار رکھنے کے لئے چند باتیں نہایت ضروری ہیں:

پہلی چیز تو یہ ہے کہ آدمی کو اس کے ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں ملی ہوئی ہیں ان کو برابر نگاہ میں رکھنے کی کوشش کرے۔ انسان کے اندر یہ بڑی کمزوری ہے کہ اگر وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے تو وہ تو اس کے ذہن پر چوبیس گھنٹے مسلط رہتی ہے اور ہر کسی سے اس کا ذکر کرتا ہے ،لیکن اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں جو اس کو ہر وقت حاصل ہیں ان سے وہ اس طرح غافل و لاپرواہ رہتا ہے گویا ان کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اگر آدمی کو نعمتوں کے نعمت ہونے اور نعمتوں سے بہرہ یاب ہونے کا کوئی احساس ہی نہ ہو تو وہ منعم کی قدر کیا کرے گا اور اس کے لئے اس کے اندر شکر و سپاس کا جذبہ کیا ہوگا؟۔ اس غفلت کو دور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی روزانہ کوئی نہ کوئی وقت تھوڑا سا ایسا ضرور نکالے جس میں ان نعمتوں پر غور کرے جو اس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ظاہر و باطن دونوں میں بخشی ہیں، بلکہ ان کے مظاہر اس کائنات کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تنہائی میں کبھی کبھی غور کرتے کرتے وہ اس پہلو سے بھی سوچے کہ بالفرض یہ نعمتیں اس کو نہ حاصل ہوتیں تو کیا ہوتا؟۔ یہ آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اس سے وہ محروم ہوتا، یہ کان جن سے وہ سنتا ہے یہ بہرے ہوتے، یہ ہاتھ جن سے وہ زور آزمائی کرتا ہے شل ہوتے، یہ پاؤں جن سے وہ چلتا ہے مفلوج ہوتے تو اس کا حشر کیا ہوتا؟۔ اور پھر سب سے زیادہ

اس بات پر دھیان کرے کہ یہ دماغ جس کی کارفرمائیوں پر وہ سب سے زیادہ نازاں ہے۔ خدانخواستہ یہ ماؤف ہوتا تو اس کی گت کیا بنتی ؟

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ آدمی اس امر پر بھی ساتھ ہی ساتھ غور کرے کہ اللہ تعالٰی نے جو نعمتیں ہمیں بخشی ہیں بلا کسی استحقاق کے بخشی ہیں۔ نہ ہمارا اللہ پر کوئی حق قائم تھا نہ ہم نے کسی نعمت کا اس کو معاوضہ ادا کیا ہے اور نہ کسی نعمت کا معاوضہ ادا کر سکتے ہیں۔ پھر وہ جب چاہے اپنی ہر نعمت کو ہم سے چھین سکتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ آج آپ کو تختِ شاہی کی عظمتیں حاصل ہیں، کل وہ آپ کے ہاتھ میں کاسہءگدائی پکڑا دے تو آپ اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ اس وجہ سے کبھی بھی ذلت و مصیبت میں پڑے ہوئے آدمی کو نظر انداز کرتے ہوئے گزر جانے کی کوشش نہ کیجئے کہ اگر اللہ تعالٰی اسی حالت میں مبتلا کر دیتا یا آئندہ کر دے تو آپ کو اس چیز سے کون بچا سکے گا؟ دنیا میں مصیبت زدہ اور مفلوک سے مفلوک آدمی جو آپ نے دیکھا ہو، یاد رکھیے کہ اللہ تعالٰی ٹھیک اس کی جگہ پر آپ کو کھڑا کر سکتا تھا اور اس کو آپ کی جگہ دے سکتا تھا، لیکن یہ اس کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ آپ کو اس سے نہایت بہتر حالت میں رکھا

تیسری ضروری بات اپنے اندر شکر گزاری کا جذبہ بیدار رکھنے کے لئے یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ انہی لوگوں کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے جو اپنے اسباب و وسائل اور اپنے حالات و ذرائع کے اعتبار سے اس سے بہتر حالت میں ہوں، بلکہ ان لوگوں کو بھی سامنے رکھ کر اپنا موازنہ کرتا رہے جو ہر پہلو سے اس سے فروتر زندگی رکھتے ہیں۔ جو آدمی ہمیشہ اپنے سے بہتر حالات رکھنے والوں ہی پر نگاہ رکھتا ہے وہ ہمیشہ اپنی تقدیر سے شاکی اور اپنے رب سے بدگمان رہتا ہے۔ اس کے دل کو سچی خوشی کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر اس کو بہتر سے بہتر حالات بھی میسر آ جائیں جب بھی اس کا دل آسودہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ درجہ تو اس کو بہر حال حاصل ہونے سے رہا کہ اس آسمان کے نیچے کوئی شخص کسی اعتبار سے بھی اس سے بہتر حالت میں نہ رہے۔ اس وجہ سے اللہ کی شکر گزاری کا صحیح حق ادا کرنے کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ آدمی ان لوگوں کے حالات پر نگاہ ڈالے جو اسی

اللہ کے بندے ہیں جس کا بندہ وہ ہے، لیکن ان لوگوں کو ان چیزوں میں سے کوئی ایک چیز بھی حاصل نہیں ہے جو اس کو بڑی وسعت کے ساتھ حاصل ہیں۔

حضرت سعدیؒ کی ایک حکایت اس حقیقت کو نہایت خوبی کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اپنی سیر و سیاحت کے سلسلے میں وہ دمشق یا کسی اور شہر میں جب پہنچے تو ان کی جوتی پھٹ چکی تھی اور ان کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ وہ نئی جوتی خرید سکیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اپنی اس غربت کے سبب سے میں دل میں نہایت ملول تھا اور بار بار یہ خیال ذہن میں پیدا ہو رہا تھا کہ اس فضل و کمال کے باوجود اللہ نے مجھے اس حال میں رکھا ہے کہ میرے پاؤں میں جوتی بھی نہیں ہے؟ فرماتے ہیں کہ میں اسی دل گرفتگی کے ساتھ شہر کی مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں پہنچا تو میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے سرے سے پاؤں ہی نہیں تھے۔ اس کو دیکھتے ہی میں دفعتہً اپنے رب کے آگے سجدے میں گر پڑا کہ اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے جوتی نہیں تو پاؤں تو دیے ہیں، یہ بے چارہ تو سرے سے پاؤں ہی سے محروم ہے۔

حضرت سعدیؒ نے اپنی اس سرگزشت میں نہایت خوبی کے ساتھ یہ بات سمجھا دی ہے کہ اللہ کا شکر گزار بندہ بننے کے لئے دنیا کو کس نگاہ سے دیکھنا ضروری ہے۔ جو لوگ دنیا کو سعدیؒ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی وہ نشانیاں ملتی رہتی ہیں جو ان کو اللہ کے شکر پر ابھارتی رہتی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ کتنوں کے پاس پاؤں ہی نہیں ہیں، اپنی اس محرومی پر اللہ سے شاکی رہتے ہیں کہ ان کے پاس کار نہیں ہے، وہ کبھی بھی اللہ کی شکر گزاری کی توفیق نہیں پاتے۔

کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

(محمد یوسف اصلاحی)

امت مسلمہ کی عبرتناک پستی، کوتاہ عملی، دین سے غفلت اور زبردست افتراق وانتشار ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کو بیان کرنے کے لئے خواہ مخواہ الفاظ کو زحمت دی جائے۔ جس بھیانک منظر کو آنکھیں دیکھ رہی ہوں اور جن حالات وحقائق کی تلخی برابر قلب و ذہن محسوس کر رہے ہوں، ان کی تصویر کشی کے لئے الفاظ کی مدد لے کر تکدر میں اضافہ کیوں کیا جائے؟۔ یہ ایک حقیقت واقعہ ہے کہ امت اس وقت انتہائی ذلت اور پستی میں ہے۔ البتہ اس انتہائی پستی اور زوال کی حالت میں بھی امت میں ایک جوہر ایسا ضرور موجود ہے جس کی بنیاد پر امید بندھتی ہے کہ انشاءاللہ یہ امت زوال کی آخری حدوں پر پہنچنے کے بعد بھی فنا نہیں ہوگی۔ بلکہ پھر اُبھرے گی، اٹھے گی اور شان وعظمت کو پائے گی۔ شرط صرف یہ ہے کہ امت کے دانشور، امت کے اس جوہر گراں مایہ کو جلا بخشنے کے لئے اپنی بصیرت سے کام لیں اور امت کو صحیح رخ پر لگائیں۔

غفلت، بے راہ روی اور بے دینی کے اس طوفان میں بھی امت کے ہر فرد کے سینے میں اپنے رسول ﷺ سے تعلق ومحبت کا شرارہ ضرور چمک رہا ہے۔ امت کا نوجوان کیسا ہی بے عمل یا بدعمل ہو، دین سے قطعاً ناواقف ہو، وہ اپنے خلاف بہت سی زیادتیاں برداشت کر لے گا مگر یہی بے عمل نوجوان اپنے رسول ﷺ کے تعلق سے کوئی گستاخی قطعاً برداشت نہیں کرے گا۔ رسول ﷺ کی شان میں معمولی سی گستاخی بھی اس کی غیرت ایمانی کو جھنجوڑ دیتی ہے، اس کی دینی حمیت جھرجھری لیتی ہے اور وہ آناً فاناً بدلا ہوا انسان معلوم ہوتا ہے۔ امت کا یہ جوہر انتہائی قیمتی ہے اور بجا طور پر اس سے امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امت کے دانشور

حکمت وبصیرت سے کام لے کر اس جوہر کی قدر و قیمت کا احساس کریں اور کرائیں اور گہری بصیرت سے اس جوہر کی بنیاد پر امت کی تعمیر وعظمت کا کوئی کامیاب اور ٹھوس منصوبہ بنائیں۔

اس امت کو اپنے رسول ﷺ سے جو والہانہ عقیدت، محبت اور تعلق ہے، دنیا کی کوئی دوسری قوم اس کی مثال کیا نقل بھی نہیں پیش کر سکتی۔ وہ اس کو دیکھ کر اور محسوس کر کے حیرت کا اظہار ضرور کر سکتی ہے، لیکن اپنے یہاں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور یہی وہ جوہر ہے جس کی بنیاد پر ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ امت کا تعلق دین سے کمزور ضرور ہوا ہے مگر ٹوٹا نہیں ہے۔ قرآن نے امت کو یہ واضح ہدایت دی تھی کہ دیکھو رسول ﷺ کی ذات کو دنیا کی ہر چیز پر حتیٰ کہ اپنی جانوں پر بھی مقدم رکھو۔

"یہ نبی مومنین کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی اولیٰ اور مقدم ہیں"۔ (الاحزاب ۳۳:۶)

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے اس آیت کے ذیل میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ایک اہم نکتہ نقل فرمایا ہے۔

"اگر کوئی شخص آگ میں کود کر اپنے آپ کو جلانا چاہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے مگر رسول ﷺ کسی کو اگر آگ میں کود جانے کا حکم دیں تو اس حکم کی تعمیل واجب ہو جائے گی"۔

اللہ کے رسول ﷺ نے خود واضح انداز میں بتایا کہ میری محبت مدار ایمان اور معیار ایمان ہے۔ کسی انسان کے دل میں اگر میری محبت اس کے تمام متعلقین یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی زیادہ نہیں ہے تو وہ حقیقی معنیٰ میں صاحب ایمان نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

"تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہے جب تک کہ میں اس کے نزدیک زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس کے والد سے، اس کی اولاد سے اور تمام ہی انسانوں سے"۔ (بخاری کتاب الایمان باب حب رسول ص۳ من الایمان)

سچے صحابہؓ نے اس ہدایت وتعلیم کو اس طرح جذب کیا تھا کہ رسول ﷺ کی محبت ان کے ریشے ریشے میں پیوست ہو گئی تھی اور ان ہی بزرگوں کے اسوہ کی برکات و فیوض ہیں کہ

آج اس گئی گزری حالت میں بھی اس کے کچھ باقیات الصالحات اور نیک اثرات پائے جاتے ہیں

سیرت و تاریخ کی کتابوں میں حضرت خبیبؓ کا ایمان افروز واقعہ بار بار پڑھنے کے قابل ہے۔ جب بھی پڑھیے روح کو بالیدگی، ایمان کو تازگی اور قلب کو گرمی ملتی ہے۔

غزوہ احد میں شکست کھانے کے بعد کفار قریش نے مسلمانوں کو طرح طرح سے زک پہنچانے کی تدبیریں کیں۔ قبیلہء عضل اور رقارہ کے سات افراد سے ساز باز کر کے ان سات افراد پر مشتمل ایک وفد، کفار قریش نے مدینے نبی ﷺ کی خدمت میں ارسال کیا کہ ہمارے ہاں قبیلے اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں' دس قراء اور معلمین ہمارے ساتھ کر دیجئے جو ان قبیلوں کو اسلام کی تعلیم دیں۔ نبی کریم ﷺ نے دس اکابرین صحابہؓ کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ ان دس صحابہؓ میں سے آٹھ کو ان بدبختوں نے شہید کر دیا اور دو صحابہ حضرت خبیب بن عدیؓ اور حضرت زید بن وثنہؓ کو ان بدنصیبوں نے گرفتار کر لیا اور مکے لے جا کر قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

چند یوم قید میں رکھنے کے بعد ان سنگدلوں نے حضرت خبیبؓ کو پھانسی پر لٹکانے کا فیصلہ کیا اور پھانسی کے تختے کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا اور پوچھا دیکھو! اب بھی موقع ہے، اگر اسلام کو چھوڑ دو تو جان بخشی ہو سکتی ہے۔ خبیبؓ نے نہایت جرات اور بے باکی سے کہا، جب جان میں اسلام نہ رہا تو پھر جان کو بچانے کا کیا فائدہ۔ آخر ان بدبختوں نے حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکا دیا اور یہ سنگدل جسم کے ایک ایک حصے کو نیزوں سے چھیدتے رہے۔ ایک ظالم نے حضرت خبیبؓ کے جسم میں ایسا نیزہ مارا کہ جگر کو چھید دیا۔ حضرت خبیبؓ درد سے بے قرار ہو گئے۔ ظالم نے پوچھا کہو اب تو تم چاہو گے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ پھنس جائیں اور تم کسی طرح اس عذاب سے بچ جاؤ؟ مگر حضرت خبیبؓ نے اس درد کو برداشت کرتے ہوئے جوش اور جذبے سے جواب دیا۔" میرا اللہ عالم الغیب ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ اگر محمد ﷺ کے جسم میں ایک کانٹا بھی چبھ کر میری جان بچ جائے تو مجھے یہ بھی گوارہ نہیں۔ اللہ اکبر! اس محبت رسول ﷺ ہی کا فیضان ہے کہ امت آج بھی اپنے رسول ﷺ کی عزت و آبرو پر آنچ نہیں آنے دیتی۔ اس سرفروش مجاہد کے

وہ اشعار کس قدر ایمان افروز اور ولولہ انگیز ہیں جو سولی پر چڑھتے وقت تماشائیوں اور دشمنوں کے ہجوم میں آپؓ نے فی البدیہ کہے تھے۔ یہ اشعار بتاتے ہیں کہ یہ جواں مرد کس اطمینان قلب اور کس سکون کے ساتھ دین کی راہ اور رسول ﷺ کی محبت میں دی جانے والی ایذاؤں کو برداشت کر رہا ہے بلکہ ان میں لذت محسوس کر رہا ہے۔ ذیل میں ہم ان اشعار کا اردو ترجمہ دے رہے ہیں ترجمہ سے ہی مومن جانباز اور فدائے رسول کے جذبات کا اندازہ ہو جائے گا۔

"میرے اردگرد چاروں طرف لوگوں کی زبردست بھیڑ ہے۔ انہوں نے اپنے قبیلوں کو بلا کر جمع کرلیا ہے"۔

یہ سب اپنے دلوں کی دشمنی نکال رہے ہیں اور میرے خلاف جوش غضب دکھا رہے ہیں کہ میں اس وقت ہلاکت گاہ میں مجبور و مقید ہوں۔ ان قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی (میرا تماشا دیکھنے کے لئے) بلا لیا ہے اور مجھے ایک بہت اونچی اور مضبوط لکڑی کے پاس لاکھڑا کیا ہے وہ مجھے ترغیب دے رہے ہیں کہ میں کفر اپنا لوں تو موت سے رہائی مل سکتی ہے۔ مگر اس رہائی سے میرے لئے موت زیادہ اچھی ہے۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ مگر میں کسی بےصبری اور جزع فزع کا مظاہرہ نہ کروں گا۔ نہ میں دشمن کے سامنے عاجزی کا اظہار کروں گا، نہ آنسو بہاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں مجھے موت کا ڈر نہیں ہے کہ میری جان جاتی رہے گی۔ مجھے اس آگ کا ڈر ہے جو لپٹ کر خون چوسنے والی ہے۔

عرش کے مالک نے میری خدمت کو پذیرائی بخشی ہے اور مجھے ثابت قدمی کی تلقین فرمائی ہے۔ ان لوگوں نے میرے گوشت کی بوٹی بوٹی کوٹ ڈالی ہے اور اب مجھے زندہ رہنے کی امید نہیں رہی ہے۔ میری جان لینے کے بعد یہ لوگ جو برے ارادے رکھتے ہیں ان کی فریاد اپنے اللہ سے کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم جب میں اسلام کے لئے جان دے رہا ہوں تو مجھے کیا پرواہ کہ میں راہ خدا میں کس پہلو پر گر کر جان دیتا ہوں۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اگر وہ چاہے تو میرے گوشت کی بوٹی بوٹی کو برکت عطا فرما دے"۔

اور پھر آخر میں آپؓ نے یہ دعا پڑھتے ہوئے دم توڑ دیا۔

اللھم بلغنا رسالہ رسول فبلغہ ما یعصنع بنا

اے اللہ ہم نے تیرے رسول ﷺ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے اب تو اپنے رسول ﷺ کو اس کی خبر پہنچا دے جو یہ ظالم ہمارے ساتھ کر رہے ہیں۔

یوں تو یہ سارے ہی اشعار جذبہ صبر و ایمان، دینی غیرت اور حب رسول ﷺ کے آئینہ دار ہیں لیکن ایک شعر تو بڑا ہی قلب کو گرما دینے والا ہے اس شعر کو اس زبان میں بھی پڑھئے جس زبان میں حضرت خبیبؓ نے فی البدیہہ کہا تھا۔

نو اللہ ما ارجوا اذا مت مسلماً

علیٰ ای جنب کان فی اللہ مصرعی

رسول اللہ ﷺ کے ایک فدا کار صحابی سعید بن عامرؓ فاروق اعظمؓ کے دور میں حکومت کی کسی ذمہ داری پر فائز تھے۔ کبھی کبھی یکا یک بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے۔ فاروق اعظمؓ کو تشویش ہوئی کہ کوئی سنگین بیماری ہے۔ تحقیق کی تو سعید بن عامرؓ نے بتایا نہ مجھے کوئی بیماری ہے نہ کسی قسم کی کوئی شکایت، جس وقت رسول ﷺ کے جانباز سرفروش حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور آپؓ کے بدن کے حصوں کو نیزوں سے چھیدا جا رہا تھا اور آپ صبر و ثبات کا پیکر بنے ہوئے تھے، میں بھی اس مجمع میں موجود یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہ منظر جب مجھے یاد آتا ہے تو قوت برداشت جواب دے جاتی ہے اور مجھ پر ایسا لرزہ طاری ہوتا ہے کہ میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

رسول مکرم ﷺ کا واسطہ دے کر آج بھی آپ مسلمانوں کو بلائیں، تو انشاء اللہ امت میں ان جاں فروشوں کی پیروی کرنے والے ضرور نکلیں گے۔ قائدین امت مسلمانوں کے ان جوہری جذبات کو جگائیں اور منصوبے کے تحت امت کو تعمیر کی راہ پر لگائیں۔

توبہ، استغفار

(بنت الاسلام ، مرسلہ: فہد محمود بخاری)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو ایک سنسان، ہلاکت خیز بیابان میں ہے۔اس کے ساتھ اس کی اونٹنی ہے جس پر اس کا کھانا اور پانی لدا ہے۔ وہ (وہاں) سو جائے اور جب جاگے تو دیکھے کہ وہ اونٹنی کہیں چلی گئی ہے۔وہ اسے تلاش کرتا رہتا ہے (اور اس جگہ سے دور نکل جاتا ہے) یہاں تک کہ اسے پیاس لگ جاتی ہے۔پھر وہ (ناامید ہو کر اپنے آپ سے) کہتا ہے کہ اسی جگہ چلتا ہوں جہاں پہلے تھا اور سو جاتا ہوں یہاں تک کہ مر جاؤں پھر وہ مر جانے کے ارادے سے اپنا سر اپنی کلائی پر رکھ لیتا ہے (اور سو جاتا ہے) پھر جب جاگتا ہے تو (کیا دیکھتا ہے کہ) اس کی اونٹنی اس کے پاس کھڑی ہے اور اس کا زادِ راہ اور اس کا کھانا پانی بھی اونٹنی کے اوپر ہی ہے۔جتنی خوشی ایسے شخص کو اپنی اونٹنی اور اپنا زادِ راہ پانے سے ہوتی ہے،اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے جب (اس کا) مومن بندہ توبہ کرے۔(مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم کے بیٹے کے پاس اگر سونے کی ایک وادی ہو تو وہ خواہش کرے گا کہ ایک وادی اور ہو اور انسان کا منہ صرف مٹی ہی پر کر سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر توجہ فرماتا ہے جو توبہ کرے۔(مسلم)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور اللہ عزوجل دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں تا کہ رات کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے (اور اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر رات کو اور ہر دن کو ہاتھ پھیلاتا رہے گا) یہاں تک کہ

سورج مغرب سے طلوع ہو(یعنی قیامت آجائے)۔(مسلم)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو!، اللہ کے حضور میں توبہ کرو۔ بے شک میں دن میں سو مرتبہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔(مسلم)

توبہ کی اس ساری فضیلت کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بہت کم لوگوں کو اس کی توفیق ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ امام غزالیؒ نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہوا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ امام صاحبؒ نے بہت سے لوگوں کے توبہ کی طرف توجہ نہ کرنے کی پانچ وجوہ بتائی ہیں۔

1- پہلی یہ کہ گناہ کی سزا عموماً فوراً دست بدست نہیں ملتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گنہگار پھر گناہ کرتا چلا جاتا ہے کیونکہ سزا اسے دور نظر آتی ہے۔

اس کا علاج امام غزالیؒ نے یہ بتایا ہے کہ انسان کو سوچنا چاہیے کہ جو بات ایک نہ ایک دن ہو کر رہنی ہے وہ دور ہے ہی نہیں، وہ تو بالکل قریب ہے۔ کیا معلوم آج کا دن زندگی کا آخری دن ہی ہو۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ زندگی میں اس خوف کے بارے کہ آئندہ کسی دن افلاس نہ آلے، انسان روزی حاصل کرنے کے لئے کتنی تگ و دو کرتا ہے تو کیا آخرت کی پائیدار زندگی کی اسے اتنی بھی فکر نہیں ہے جتنی اس ختم ہوجانے والی ناپائیدار کی۔

2- توبہ نہ کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ غلط خواہشات کو پورا کرنے میں جو لذت ملتی ہے اس کو چھوڑنا منظور نہیں۔ اس کا علاج امام غزالیؒ یہ بتاتے ہیں کہ ذرا غور تو کرو کہ اگر کسی بیماری کی حالت میں ٹھنڈا پانی تمہارے لئے مضر ہو اور طبیب اس سے منع کردے تو تم اپنی زندگی بچانے کی خاطر اس نعمت کو بھی چھوڑ دیتے ہو پھر جن اعمال و افعال کو اللہ تعالیٰ نے مضر بتا دیا انہیں چھوڑنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔ کیا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ نعوذ باللہ کسی طبیب کے برابر بھی نہیں۔ اس کے علاوہ اگر تمہارا نفس اتنا لذت پسند ہے کہ حقیر ناپائیدار دنیاوی لذتوں کو نہیں چھوڑ سکتا تو پھر آخرت کی دائمی نعمتوں کو چھوڑنا اور ہمیشہ کے لئے آگ میں جلنے کو کس طرح برداشت کریگا۔

3- توبہ نہ کرنے کا تیسرا سبب امام صاحبؒ یہ بتاتے ہیں کہ نفس کاہلی کا سبق پڑھاتا ہے کہ

توبہ کرنے کی بھی کیا جلدی ہے، آج نہیں تو کل کرلیں گے۔ اسی طرح دن گزرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ موت سر پر آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کا علاج امام غزالیؒ یہ بتاتے ہیں کہ سوچنا چاہیے کہ کل پتہ نہیں آئے گا بھی یا نہیں اور اگر آ ہی گیا تو جس نفس کو ہم آج زیر نہیں کر سکے وہ کل تو اپنی قبیح عادات پر اور بھی زیادہ پختہ ہو جائے گا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ کسی سے کہا جائے کہ یہ درخت اکھاڑ دو۔ وہ کاہلی کا مارا کہے کہ اس سال تو نہیں آئندہ سال اکھاڑ دوں گا۔ ظاہر ہے ایک اور سال گزر جانے کے باعث درخت کی جڑیں اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گی، تو جواب نہیں اکھاڑا جا رہا وہ مزید مضبوط ہو جانے کے بعد کب اکھاڑا جا سکے گا۔

4- چوتھا سبب یہ ہے کہ نفس یہ شوشہ چھوڑ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہے ہی غفور و رحیم، اسے ہمارے گناہوں کی پروا ہی کیا ہے۔ جو کچھ بھی کریں وہ اپنی رحمت سے کام لیتے ہوئے ہمیں معاف ہی کر دے گا۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو نفس کو خواہشات کے پیچھے لگائے اور اللہ سے امیدیں باندھے۔ (ترمذی)

5- پانچواں سبب یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص آخرت اور اس کی جزا اور سزا کو مانتا ہی نہ ہو۔ امام غزالیؒ اس کا علاج یہ بتاتے ہیں کہ اتنا تو سوچو کہ اگر تم جسمانی طور پر بیمار ہو جاؤ اور تمہیں علم طب سے واقفیت نہ ہو تو پھر لامحالہ تم طبیب ہی کی رائے پر بھروسہ کرو گے اور اگر کوئی ایسی صورت ہو جائے کہ تمام اطباء ایک بات پر متفق ہو جائیں تو پھر تو تمہیں شک ہی نہیں گزرے گا کہ طبیب کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اب جس طرح حکیم ڈاکٹر جسمانی بیماریوں کے طبیب ہیں اسی طرح پیغمبر روحانی بیماریوں کے طبیب ہیں اور یہ سب طبیب متفق القول ہو کر کہتے ہیں کہ آخرت ضرور ہونے والی ہے اور اس چند روزہ زندگی کا بدلہ ضرور ملنے والا ہے تو پھر آخرت کے حق ہونے میں شک کرنے کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔ (تبلیغ دین، از امام غزالیؒ)

توبہ کے بارے میں چند اور امور ایسے ہیں جنہیں پیشِ نظر رہنا چاہیے:

"اول یہ کہ توبہ درحقیقت کسی معصیت پر اس لئے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے، ورنہ کسی گناہ سے اس لئے پرہیز کا عہد کرلینا کہ وہ مثلاً صحت کے لئے نقصان دہ ہے یا کسی بدنامی کا یا مالی نقصان کا موجب ہے، توبہ کی تعریف میں نہیں آتا۔

دوسرے یہ کہ جس وقت آدمی کو احساس ہوجائے کہ اس سے اللہ کی نافرمانی ہوئی ہے، اسی وقت اسے توبہ کرنی چاہیے اور جس شکل میں بھی ممکن ہو بلا تاخیر اس کی تلافی کر دینی چاہیے، اسے ٹالنا مناسب نہیں ہے۔

تیسرے یہ کہ توبہ کر کے بار بار اسے توڑتے چلے جانا اور توبہ کو کھیل بنالینا اور اسی گناہ کا بار بار اعادہ کرنا، جس سے توبہ کی گئی ہو توبہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ توبہ کی اصل روح گناہ پر شرمساری ہے اور بار بار کی توبہ شکنی اس بات کی علامت ہے کہ اس کے پیچھے کوئی شرمساری موجود نہیں ہے۔

چوتھے یہ کہ جو شخص سچے دل سے توبہ کر کے یہ عزم کر چکا ہو کہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہیں کرے گا، اس سے اگر بشری کمزوری کی بناء پر اسی گناہ کا اعادہ ہو جائے تو پچھلا گناہ تازہ نہ ہوگا۔ البتہ اسے بعد والے گناہ پر پھر توبہ کرنی چاہیے اور زیادہ سختی کے ساتھ عزم کرنا چاہیے کہ آئندہ وہ توبہ شکنی کا مرتکب نہیں ہوگا۔

پانچویں یہ کہ ہر مرتبہ جب معصیت یاد آئے تو توبہ کی تجدید کرنا لازم نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کا نفس اپنی سابق گنہگارانہ زندگی کی یاد سے لطف لے رہا ہو تو بار بار توبہ کرنی چاہیے، یہاں تک کہ گناہوں کی یاد اس کے لئے لذت کی بجائے شرمساری کی موجب بن جائے۔ اس لئے کہ جس شخص نے واقعی اللہ کے خوف کی بناء پر معصیت سے توبہ کی ہو، وہ اس خیال سے لذت نہیں لے سکتا کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتا رہا ہے: اس سے لذت لینا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کے خوف نے اس کے دل میں جڑ نہیں پکڑی ہے"۔ (تفہیم القرآن، جلد ششم، صفحہ 32،31)

سورۃ النساء آیت 18،17 میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ

"ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کرگزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول کرلیتا ہے اور اللہ بڑا علم رکھنے والا اور دانا ہے، مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ ان کے لئے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے"۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں: "بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرے اور زندگی کی امید پر توبہ "۔

توبہ کے بارے میں ایک اور وضاحت، جس کا جاننا ضروری ہے، یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گھناؤنا گناہ بھی ایسا نہیں جس کے بعد توبہ نہ ہوسکتی ہو۔ بشرطیکہ انسان سچے دل سے نادم ہو اور آئندہ اس گناہ سے بچے رہنے کا پختہ عہد کرے۔ نیز یہ کہ توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ چاہے کوئی شخص عمر بھر گناہ کرتا رہا ہو موت سامنے آحاضر ہونے سے پہلے جب بھی وہ اپنے کئے پر سچے دل سے شرمسار ہوگا، وہ توبہ کرسکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے جس شخص نے بھی توبہ کرلی، اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا"۔ (مسلم)

حضرت شفیق بلخیؒ کے پاس ایک بوڑھا آیا اور کہنے لگا کہ توبہ کرتا ہوں مگر بہت دیر سے آیا ہوں مطلب یہ تھا کہ اب بوڑھا ہو کر توبہ کرنے لگا ہوں۔ اس پر حضرت شفیقؒ نے فرمایا کہ موت سے پہلے آجانا دیر نہیں ہے۔

جب انسان اپنے آپ کو کسی گناہ سے باز رکھتا ہے تو دل بہت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص واقعی سچے دل سے اپنے گناہ پر نادم ہوتا ہے، اس کا دل بھی اپنے کئے پر شرمندگی اور رنج و غم کے مارے سخت قسم کی اذیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ اذیت جو ندامت کے باعث

ہوتی ہے، اتنی شدید ہوتی ہے کہ اگر وہ بروقت اپنے آپ کو گناہ سے روک لیتا تو اس کا دل اس سے کم اذیت محسوس کرتا۔ اس حقیقت کو حضرت عمر فاروقؓ نے اس طرح واضح فرمایا ہے کہ:

"توبہ کی تکلیف سے گناہ چھوڑ دینا آسان ہے"۔

توبہ کی فضیلت کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کا ایک بیان بڑا موثر ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"اگر غیب دانی کے دعوے کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ پانچ اشخاص جنتی ہیں:

1- جو محتاج عیالدار مگر صابر ہو،

2- وہ عورت جس کا خاوند اس سے راضی اور خوش ہو۔

3- وہ عورت جس نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا ہو۔

4- وہ جس کے والدین اس سے خوش ہوں۔

5- وہ جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے۔

دعائے مغفرت

شیخ سلسلہ محمد یعقوب صاحب کے بھتیجے

بدوکی سے باجی رخسانہ کے بھائی

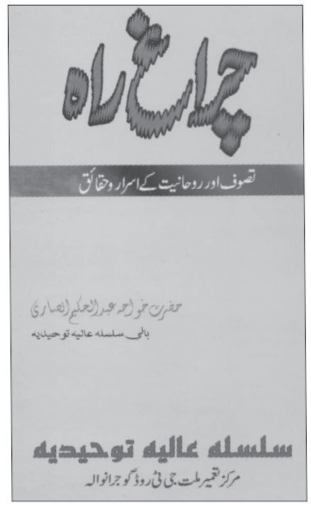
ملتان سے محمد قاسم کے والد محمد ابراہیم

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

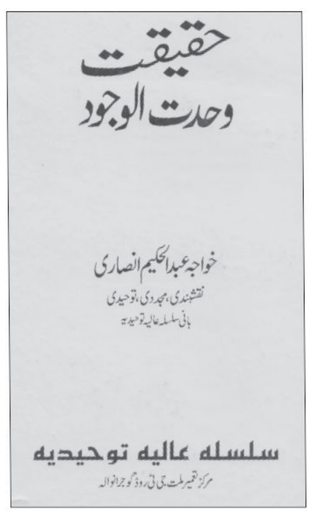
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

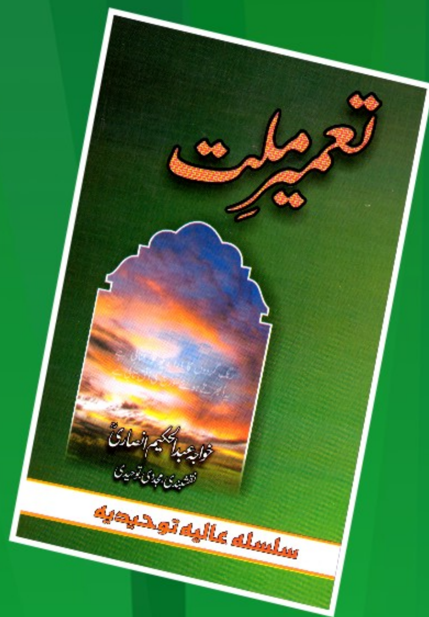


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

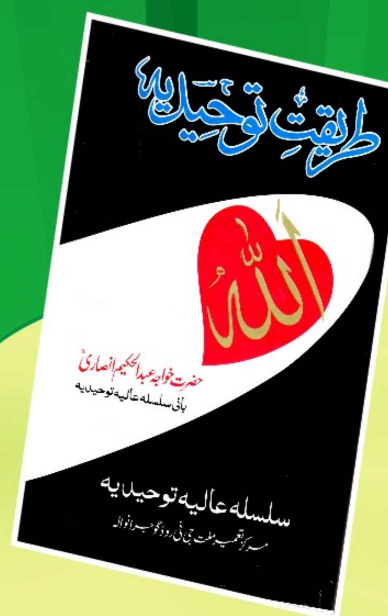


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اورناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اورروحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com